ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

اگست ۲۰۱۶ء
ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ
8

حق کا اثبات یا دل آزاری؟

حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ آغاز شباب میں دوسروں کی تردید کے لیے بڑی شوخ اور چلبلی تحریر لکھنے کا عادی تھا اور تحریری مناظروں میں میرا طرز تحریر طنز و تعریض سے بھر پور ہوتا تھا اور ''ختم نبوت'' نامی کتاب میں نے اسی زمانے میں لکھی تھی لیکن اس کے شائع ہونے کے بعد ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میرے انداز تحریر کا رُخ بدل دیا اور وہ یہ کہ میرے پاس ایک قادیانی کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ ''آپ نے اپنی کتاب میں جو دلائل دیے ہیں وہ بنظر انصاف مجھے بہت مضبوط معلوم ہوئے۔ اس کا تقاضا تھا کہ میں مرزا صاحب کی اتباع سے تائب ہو جاؤں لیکن آپ نے کتاب میں جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ مجھے اس اقدام سے روکتا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ جو لوگ حق پر ہوتے ہیں وہ دلائل پر اکتفا کرتے ہیں، طعن و تشنیع سے کام نہیں لیتے۔ اس لیے میں اب تک اپنے مذہب پر قائم ہوں اور آپ کے طعن و تشنیع نے دل میں کچھ ضد بھی پیدا کر دی ہے۔'' یہ تو معلوم نہیں کہ ان صاحب نے یہ بات کس حد تک صحیح لکھی تھی لیکن اس واقعے سے مجھے یہ تنبہ ضرور ہوئی کہ طعن و تشنیع کا یہ انداز مفید کم اور مضر زیادہ۔ چنانچہ میں نے اس کے بعد کتاب پر اس نقطۂ نظر سے نظرِ ثانی کی اور اس میں سے ایسے حصے حذف کر دیے جن کا مصرف دل آزاری کے سوا کچھ نہ تھا اور اس کے بعد کی تحریروں میں دل آزار اسلوب سے مکمل پرہیز شروع کر دیا۔

(میرے والد میرے شیخ اور ان کا مزاج و مذاق، صفحہ 109، مولانا محمد تقی عثمانی)

توحید و ختم نبوت کے علم بردارو! ایک ہو جاؤ (سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ)

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینے کے لیے داعیان الی اللہ کی تیاری

زیر سرپرستی

قائد احرار، ابن امیر شریعت
حضرت مولانا
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

پروگرام ان شاء اللہ تعالیٰ
پہلا سیشن: 26 ستمبر 2016ء مطابق 23 ذوالحجہ 1437ھ
27 اکتوبر 2016ء مطابق 25 محرم 1438ھ

دورہ تربیت المبلغین

بمقام: ایوان احرار، 69۔سی، نیو مسلم ٹاؤن، کرم آباد سٹاپ، وحدت روڈ لاہور

تحفظ ختم نبوت کی اہمیت اور عظمت کے پیش نظر ایسے داعیان الی اللہ کو تیار کرنا ہمارا مقصد ہے کہ جو

☆ اسلامی روایت اور اپنی تہذیب سے وابستہ ہونے کے ساتھ ساتھ قادیانی نظام کو گہرائی سے سمجھتے ہوں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو ان سے بچانے کے لیے اور عوام کو قادیانیت کی حقیقت سے باخبر کرنے کی عمدہ صلاحیت رکھتے ہوں۔

☆ آج کے عہد کا شعور رکھتے ہوئے اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی روشنی میں دعوت اسلام کا فریضہ اعلیٰ اخلاق، اسلوب دعوت اور مؤثر طریقۂ کار کے ساتھ انجام دیں۔

☆ تقویٰ، سچائی، نظم و ضبط، انسانیت کی محبت، صبر و تحمل اور بردباری کے اعلیٰ اوصاف کے ساتھ دعوت کے میدان میں جہد آزما ہوں۔

☆ اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق انسانیت کے لیے احساس، نرمی اور ہمدردی کا رویہ رکھتے ہوئے دعوت الی اللہ کا کام کریں۔

خصوصیات

☆ قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت کا عملی طریقۂ کار۔

☆ آیات ختم نبوت کی تفسیر، احادیثِ ختم نبوت کی تشریح۔

☆ تاریخ منکرین ختم نبوت اور تاریخ قادیانیت سے مکمل آگاہی۔

☆ اسلام، امتِ مسلمہ اور وطن عزیز پاکستان کے خلاف قادیانی سازشوں سے آگاہی۔

☆ تحریر و تقریر، مکالمہ و مباحثہ کی تیاری اور عملی مشق۔

☆ شرکاء کا قیام و طعام اور معقول وظیفہ بذمہ ادارہ ہوگا۔

دار المبلغین کا قیام

جس میں ماہر فن اور جید علماء کی زیر نگرانی عقائد و سیرت، تحفظ ختم نبوت اور ردِ قادیانیت کے موضوعات پر رفقائے فکر کی اعلیٰ تربیت اور علمی و عملی تحقیق کا ماحول پیدا کیا جائے گا۔

جید علماء کرام، مذہبی سکالرز اور سابق قادیانی ماہرین کی ٹیم جدید ترین سمعی بصری ذرائع ابلاغ کے ساتھ داعیان کی تیاری کروائیں گے۔

برائے رابطہ محمد آصف: 0300-9522878

منجانب: شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختم نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 27 شمارہ 8 ذوالقعدہ 1437ھ / اگست 2016ء

Regd.M.NO.32

فیضانِ نظر: حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر:

عبد اللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

تزئین: محمد مزمل حمید

سرکولیشن منیجر: محمد یوسف شاد

0300-7345095

تشکیل

دل کی بات:	مدارسِ اسلامیہ میں نئے تعلیمی سال کا آغاز	صبیح ہمدانی	2
شذرہ:	تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد اور دارالمبلغین کا قیام	عبد اللطیف خالد چیمہ	3
افکار:	ترکی میں کیا ہوا؟ آنکھوں دیکھا حال	ڈاکٹر خلیل طوقار	5
//	یہ سرکس کے مسخرے	اوریا مقبول جان	10
//	ترکی اور مشرقِ وسطیٰ کی صورتحال پر اجلاس	مولانا زاہد الراشدی	13
//	این جی اوز یا خیر الناس؟	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	15
دین و دانش:	گناہ اور معصیت! مصائب و آفات اور پریشانیوں کا سبب	مولانا شفیق الرحمٰن علوی	17
//	تکبر	حبیب الرحمٰن بٹالوی	26
//	احادیث نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط: ۴)	حافظ عبید اللہ	28
//	سیرت و سوانح، امیر المؤمنین، خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ سلام اللہ و رضوانہ علیہ (قسط نمبر ۴)	سید ابو معاویہ ابوذر حسنی بخاری رحمہ اللہ	34
ادب:	نعت	حکیم سرور سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ	42
//	بیادِ امیر شریعت	پروفیسر خالد شبیر احمد	43
گوشہ	قرآن سے محبت اور انگریز سے نفرت	انتخاب و ترتیب: سید عطاء اللہ ثالث بخاری	44
امیر شریعت:	ڈسٹرکٹ جیل میانوالی کا ایک گمشدہ صفحہ		
//	محمد ترکمان اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ	محمد اکرم رانجھا	49
//	جنگ آزادی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ	پروفیسر خالد شبیر احمد	53
سفر نامہ:	ناگڑیاں سے لاہور تک..... ایک تنظیمی و تبلیغی سفر	تنویر الحسن نقوی	57
روداد:	طالبات کا چھ روزہ تربیتی کورس!	میمونہ عبد اللطیف	60
ترجمہ:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	62

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ———— -/200 روپے

بیرون ملک ———— -/4000 روپے

فی شمارہ ———— -/20 روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل، ایم اے جناح روڈ، چوک ملتان

رابطہ

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان، ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل کمپوزرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

مدارسِ اسلامیہ میں نئے تعلیمی سال کا آغاز

صبیح ہمدانی

برِصغیر پاک و ہند کے مدارس اسلامیہ اس خطے میں دین اور اہلِ دین کی سب سے بڑی پناہ گاہ ہیں۔ عہدِ جدید میں ان تعلیمی اداروں کی روایت کی ابتداء ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیو بند کے قیام سے ہوئی۔ دارالعلوم سے شروع ہونے والی یہ تحریک جس کے اکثر نام لیوا اب مسلکی شناخت پر اصرار کو ہی حاصلِ وابستگی سمجھتے ہیں، یہ تحریک اپنی نہاد میں اول آخر ایک تعلیمی تحریک تھی۔ بعد میں اگرچہ اس ادارے سے وابستگی رکھنے والوں نے سیاسی، معاشرتی، معاشی، قانونی اور انتظامی شعبوں میں خدمات سرانجام دیں، لیکن اس تحریک کی اصل شناخت تعلیم و تعلم علومِ دینیہ کے سوا کچھ نہیں۔ دارالعلوم کے بانیوں کے دل میں یہ یقین مستحکم تھا کہ اس کچھڑے ہوئے سماج میں شکست خوردہ امّت محض علمِ دین کو حاصل کرنے کے لیے اپنے جان مال اور اولاد کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے اب بھی تیار ہے۔ وہ علم جس کے حاصل کرنے کی خواہش رکھنے والے اسلام کے سب سے بہترین زمانے میں بھی گھربار کے آسائشیں چھوڑ کر ایک مسجد کے چبوترے پر بھوک پیاس برداشت کرتے تھے۔ اُن چبوترے والوں میں سب سے زیادہ علومِ نبوّت کے ناقل کا تو یہ عالم تھا کہ شدّتِ جوع سے بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے، خود فرماتے ہیں لوگوں کو خیال ہوتا کہ شاید اسے مراق ہے لیکن واللہ سوائے بھوک کے کچھ نہ ہوتا تھا۔ صفہ کے اس چبوترے کے طالب علموں کے عالی مرتبت استاد صلی اللہ علیہ وسلم تب تک خود کچھ نہ کھاتے پیتے تھے جب تک ان درویشانِ خدامستان سے پہل نہ کرا لیتے۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اوّلین مجلس شوریٰ کے سامنے کچھ اصول رکھے تھے۔ ایک اصول کی ضمنی عبارت یاد آ رہی ہے۔ کچھ آمدن کا اور اخراجات کے بندوبست کا ذکر تھا کہ آپ نے فرمایا: ......''غرض ایک طرح کی بے سروسامانی ہمیشہ ملحوظ رہے''۔ نیابتِ نبوی اتنی بھی آسان اور بے قیمت نہیں۔

دوستی خونِ جگر چاہتی ہے
کام مشکل ہے تو رستہ دیکھو

دارالعلوم کی تعلیم انسان کو عبد بنانے پر ہی متوجہ رہتی تھی۔ اور عبد بننے کی قیمت کے طور پر وحشیانہ سرمایہ دارانہ سماج میں جو کم حیثیتی یا کمزور معاشی حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کو ہنس کھیل کر جھیلنے کی تربیت بھی دارالعلوم کے اساتذہ اپنی سیرت کی لسانِ حال سے دیا کرتے تھے کہ اُن میں سے کسی ایک کا لائف سٹائل بھی آج کے پیٹی بورژوا مولوی سے قطعاً مماثل نہیں تھا۔

دارالعلوم کے مقابلے میں دیگر نظام ہائے تعلیم کا بنیادی ارتکاز طالبِ علم کے پیٹ بھرنے کی ضروریات پر تھا اور ہے۔ سر سیّد مسلمانوں کے لیے نوکریاں ہی تو فراہم کرنا چاہتے تھے۔ اب چونکہ نوکری حاصل کرنے کا اکلوتا راستہ یہ تھا کہ انگریزوں کی جہالت کو علمیت تسلیم کر لیا جائے لہٰذا انھوں نے اسے قبول کر لیا۔ اگر اس زمانے میں نوکریوں کے دروازے کی کنجی ہندو مہا پرشوں کی مہنتائی ماننے پر موقوف ہوتی تو وہ یقیناً اسے بھی بصد دل و جان تسلیم کرتے بلکہ سویکار کرتے۔

لیکن دیو بند کے وارث مدارسِ دینیہ میں نئے داخلوں کے اشتہارات میں میٹرک ایف اے کے خصوصی ذکر کے اس زمانے میں سر سیّد کو یاد کرنے کی آخر کیا تک ہے؟ جبکہ اب بڑے اور ''مسلک کے ترجمان'' مدارسِ دینیہ (جی ہاں، دینیہ) نے اپنے اشتہاروں میں صراحت بھی کر دی ہے کہ صرف سکول کی کلاسز میں داخلہ دستیاب ہے، درسِ نظامی میں داخلے کے لیے زحمت نہ کریں۔

تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد اور دارالمبلغین کا قیام

عبداللطیف خالد چیمہ

مجلس احرار اسلام اپنے یوم تاسیس 29 دسمبر 1929ء سے ہی یہ اعزاز رکھتی ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ اور رد قادیانیت کا محاذ اِس کا طرۂ امتیاز رہا ہے، ہندوستان میں جماعتی سطح پر اس محاذ کی پیشوائی کا سہرا بھی احرار ہی کے سر ہے اور پھر ہندوستان میں جماعت نے مستقل ''شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت'' قائم کر کے تمام مکاتب فکر کو یکجا کیا، 21 تا 23 اکتوبر 1934ء کو قادیان میں انگریزی استبداد کی پابندیوں کے باوجود دنیا پر قادیانیت کی حقیقت کو آشکارا کیا۔ پاکستان بننے کے بعد جب قادیانی وطن عزیز کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں پر حملہ آور ہونے لگے تو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ عنہ نے 1953ء تمام مکاتب فکر کو احرار کی میزبانی میں ''کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' پر یکجا کر کے تحریک ختم نبوت کے مطالبات حکمرانوں کے سامنے رکھے، امریکی ایما پر حکمرانوں کے انکار کے بعد تحریک چلی جس میں دس ہزار نفوس قدسیہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر قربان ہو گئے، احرار کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا، 1954ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبارک نام پر کام شروع کر دیا گیا، 1958ء میں احرار سے پابندی اُٹھی تو حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے سرخ قمیض پہن کر، کلہاڑی ہاتھ میں پکڑ کر ملتان میں احرار کی مکمل بحالی کا اعلان کیا، دشمن کی چیرہ دستیوں کا تو غم نہیں! مگر ''اپنوں'' کی بے وفائیوں، بہتان طرازیوں اور دشمن سے بڑھ کر مخالفانہ انداز اور رکاوٹوں کا جرأت واستقامت کے ساتھ مردانہ وار مقابلہ کیا گیا، فرزندان امیر شریعت اور احرار رہنماؤں کی شب وروز محنت رنگ لائی اور ہم الحمدللہ اس قابل ہوئے کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکے۔ اِس دوران ہمارے دل ودماغ پر حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پیش نظر رہا کہ ''خواہ ساری دنیا مجھے چھوڑ جائے، میں مجلس احرار کا علم بلند رکھوں گا حتی کہ میں مرجاؤں تو میری قبر پر سرخ رنگ کا پھریرا لہراتا رہے گا''۔

ایک عرصہ سے احرار دوستوں میں یہ مشورہ زیر غور تھا کہ شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ''دارالمبلغین'' کا باضابطہ قیام عمل میں لا کر وہاں علماء کرام کو قدیم وجدید اسلوب پر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور انکار ختم نبوت پر مبنی فتنوں کے تعاقب کی تیاری کا اہتمام کیا جائے، چنانچہ 17۔ جولائی 2016ء اتوار کو گیارہ تا 1 بجے دوپہر اِسی مقصد کے لیے دفتر مرکزیہ لاہور میں جماعت کے مرکزی رہنماؤں اور مبلغین کا ایک اجلاس مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری کی زیر صدارت منعقد ہوا، جس میں راقم الحروف نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، انکار ختم نبوت پر مبنی فتنوں کے علمی وعملی محاسبے اور خصوصاً قادیانیوں کو دعوت اسلام دینے کے لیے داعیان الی اللہ کی تیاری کے لیے ''دارالمبلغین'' قائم کر کے داعیان کی تربیت کے عنوان پر تفصیلی گفتگو کی اور متعدد تجاویز بھی پیش کیں۔ حالات کا

تقاضا ہے کہ شعبۂ تبلیغ کے ذریعے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور رَدِّ قادیانیت کے ساتھ ساتھ قادیانی تحریک کے سیاسی و معاشی اور معاشرتی پس منظر کا بھی احاطہ کیا جاسکے اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر قادیانیوں کی لابنگ کے طریقۂ کار کو سمجھ کر رجال کار تیار کیے جا سکیں، اس کے لیے فوری طور پر دفتر مرکزیہ لاہور کی بالائی منزل پر بائیں جانب ایک بڑا کمرہ مختص کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور اس کے رابطہ کار قاری محمد آصف (0300-9522878) کو مقرر کیا گیا جبکہ ان کے معاون عبدالمنان معاویہ (0304-2070754) ہوں گے اور یہ دونوں حضرات مولانا محمد مغیرہ اور مولانا تنویر الحسن نقوی کے ذریعے جماعت کی قیادت کو آگاہی دیتے رہیں گے، اِس طرح ان شاء اللہ تعالیٰ پہلی باضابطہ کلاس جس میں علماء کرام اور مبلغ بننے کا ذوق رکھنے والے حضرات کو دعوتِ شرکت دی جارہی ہے، وہ 26 ر ستمبر 2016ء مطابق 23۔ ذوالحجہ 1437ھ کو دس بجے صبح دارالمبلغین دفتر مرکزیہ نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں شروع ہوگی، اس کا دورانیہ ایک ماہ کا ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ 27 ر اکتوبر 2016ء مطابق 25 محرم 1438ھ جمعرات کو مکمل ہوگی،

- ☆ جملہ شرکاء کے لیے درس نظامی تک کی تعلیم ضروری ہے۔
- ☆ پورا مہینہ دن رات دارالمبلغین میں قیام کرنا ہوگا۔
- ☆ قیام وطعام کا انتظام دفتر کے ذمہ ہوگا۔
- ☆ سو فیصد حاضری اور پوری دلچسپی کے حامل علماء کو پانچ ہزار روپے (-/5000) وظیفہ دیا جائے گا۔
- ☆ تمام شرکاء کو کتابوں کے سیٹ پیش کئے جائیں گے۔
- ☆ کلاس کے اصول وضوابط اور ڈسپلن کی مکمل پابندی لازمی ہوگی۔
- ☆ کورس سے فراغت کے بعد بطور مبلغ ختم نبوت انٹرویو کے ذریعے سلیکشن ہوسکتی ہے۔
- ☆ کلاس / کورس میں داخلہ کے لیے بھی سرسری انٹرویو ہوگا۔

کورس کے خواہش مند علماء کرام سے درخواست ہے کہ کورس کوارڈینیٹر قاری محمد آصف، دارالمبلغین، دفتر مرکزیہ مجلس احرار اسلام نیو مسلم ٹاؤن لاہور کے نام تحریری درخواست ارسال کریں۔ اللہ تعالیٰ کرم کا معاملہ فرماویں اور نظرِ بد سے محفوظ رکھیں (آمین یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلِہٖ و اصحابہٖ اجمعین)

جدید رُکنیت ومعاونت سازی کی مدت میں توسیع!

مجلس احرار اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت کی جدید رُکنیت ومعاونت سازی کی مدت جو 30 ر جولائی کو ختم ہو رہی تھی میں توسیع کر کے 30 ر ستمبر 2016ء تک آگے بڑھا دی گئی ہے۔ جملہ ماتحت شاخوں اور ان کے ذمہ داران سے اِن سطور کے ذریعے تاکیدی گزارش ہے کہ وہ اس مدت کے اندر اندر دستور کے مطابق جدید رُکنیت ومعاونت سازی کا عمل مکمل کر کے اور اپنے اپنے مقامی انتخابات کی تکمیل کر کے الحاق درخواست کے ساتھ مصدقہ نقل مرکزی دفتر ملتان روانہ کریں۔

ترکی میں کیا ہوا؟ آنکھوں دیکھا حال

ڈاکٹر خلیل طوقار

(ڈاکٹر خلیل طوقار نسلاً ترک ہیں۔ ان کی پیدائش استنبول (ترکی) میں ہوئی۔ ترکی میں ہی انھوں نے ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ فی الوقت وہ استنبول یونیورسٹی کے صدر شعبہ اردو ہیں۔ ڈاکٹر طوقار کی تقریباً دو درجن کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ وہ ترکی سے شائع ہونے والے اردو کے واحد ادبی مجلّہ ''ارتباط'' کے مدیر بھی ہیں۔ یورپین اردو رائٹرز سوسائٹی، لندن نے سن ۲۰۰۰ میں انھیں ''علامہ اقبال'' ایوارڈ سے نوازا۔ اس کے علاوہ عالمی اردو مرکز، لاس انجلس اور دیگر قومی و بین الاقوامی اداروں کی جانب سے انھیں اعزاز سے نوازا جا چکا ہے۔)

۱۵ جولائی ۲۰۱۶ء روزِ جمعہ ہم سب کے لیے ایک معمولی دن تھا۔ ترکی کے تمام لوگ اپنے اپنے روزمرہ کے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں میں واپس آئے۔ گھروں میں کچھ گھر بار کی بات ہوئی، کچھ مسائل کا حل ہوا اور شاید گلی کوچوں میں جوانوں کے بیچ جھگڑا لڑائی بھی ہوا۔ یعنی ۱۵ جولائی ترکی کے ہم سب لوگوں کے لیے ایک عام سا دن تھا اور ہم میں سے کسی کو ایک شبہ کا احساس تک نہیں تھا کہ اُس شام کو فوج کے ایک ٹولے کی غداری کی وجہ سے ترکی میں کس قدر دردناک واقعات ہونے والے ہیں۔ مگر اُس رات ترکی کی جمہوریت پر غداروں نے جو شب خون مارنا تھا اور ترک عوام نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے اپنی حکومت، اپنے ملک بلکہ اپنی عزت بچانی تھی یہ ترکی جمہوریت کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے والی ایک کم نظیر داستان تھی مگر اس کا اندازہ شام ڈھلنے تک کسی کو نہ تھا ویسے بھی کس طرح ہوتا جن باغیوں نے ترکی کو خون خرابہ کا میدان بنایا اُن لوگوں نے اپنی اِس مہم کو بہت ہی خفیہ انداز میں چھپائے رکھا تھا۔

اُس شام اچانک خبر آئی کہ فوجیوں نے باسفورس برج کو ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں سے بند کئے رکھا ہے۔ اِسی طرح استنبول میں اتاترک ائیرپورٹ پر بھی فوجیوں کے قبضہ کی خبر ملی۔ پھر شام آٹھ نو بجے سے اگلے دن شام تک حوادثات کا جو خونی سلسلہ شروع ہوا اِس کو اگر بندہ بذاتِ خود نہ دیکھے تو یقین ہی نہیں کرے گا بلکہ غلط فہمی کا بھی شکار ہوگا۔ خیر یہ تو ہوا بھی ہے اور کچھ لوگ اپنی غلط فہمیوں کی وجہ سے گمراہ ہوئے اور کچھ لوگ امریکہ، یورپ اور خود پاکستان میں مختلف بامقصد گروہوں کی پھیلائی ہوئی بامقصد افواہوں کی آڑ میں آ کر اِس بغاوت کو ''خلیفہ اردوگان کا تیار کردہ ڈرامہ'' کہنے تک کی بے شرمی کا رویہ اختیار کرنے لگے۔ میں اِسی جھوٹی خبروں کو پھیلانے والوں کے لیے ''بے شرمی'' کا لفظ اِس لیے استعمال کرتا

ہوں کہ اُن کی باتیں سن سن کر میں غصے میں آ رہا ہوں۔ میں غصے میں اِس لیے نہیں آ رہا ہوں کہ وہ لوگ ہمارے صدر کے خلاف جھوٹی افواہیں پھیلا رہے ہیں، میں غصے میں اس لیے آ رہا ہوں کہ وہ لوگ اِس قوم کی قربانیوں کا اور ہمارے سیکڑوں شہیدوں جن کی نماز جنازہ پانچ دنوں سے ہم مسلسل پڑھ رہے ہیں وہ اُن کے خون کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ اُن کو کیا پتہ کہ ترکی میں اُس رات کیا کیا ہوا اور اِس قوم نے اُن ملک وملت دشمن باغیوں کو روکنے کے لیے کتنی عظیم قربانیاں دیں۔ کیونکہ اِس خونی بغاوت کو ''ڈرامہ'' کہنے والے وہ حقیقت ناشناس لوگ یہ بات سمجھ ہی نہیں پا رہے ہیں کہ نہتے عوام ایک مسلح فوج کو کس طرح روک سکتے ہیں وہ بھی چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر؟ اب میں تمام قارئین کرام کے لیے اُس رات کے کچھ واقعات پیش کروں گا جس سے ترکی میں ۱۵ جولائی ۲۰۱۶ء کی رات واقعتاً کیا ہوا ہے اور ترکی مملکت اور ترکی میں جمہوریت غداروں کی گرفت سے کس طرح بال بال بچ گئی وہ سمجھ آ جائے:

۱) اُس شام کثیر تعداد میں باغی فوجیوں پر مشتمل ایک ٹولہ اسلحہ سے لیس ترکی کے دارالحکومت انقرہ میں آرمی ہیڈ کوارٹرز میں آ کر آرمی چیف آف اسٹاف خلوصی آکارلر کے آفس میں زبردستی داخل ہوا۔ جب آرمی چیف کے گارڈز نے باغیوں کو روکنے کی کوشش کی تو باغیوں نے اُن پر گولی چلا کر آرمی چیف آف اسٹاف کے گارڈز کو شہید کر دیا۔ اُن باغیوں نے خلوصی آکارلر صاحب سے یہ مطالبہ کیا کہ اُن کا ساتھ دے کر حکومت کی برطرفی کے الٹی میٹم پر دستخط کریں تو چیف آف آرمی نے اِس مطالبے سے صاف انکار کر دیا۔ اِس پر اُن لوگوں نے خلوصی آکارلر صاحب کے ماتھے پر پستول لگا کر اُنھیں زبردستی اپنے گھٹنوں پر بیٹھنے پر مجبور کیا اور ایک باغی آفسر نے اپنی بیلٹ نکال کر اُن کا گلا دبایا تا کہ وہ مجبور ہو کر اُلٹی میٹم پر دستخط کریں مگر اُنھوں نے اِس کے باوجود نہیں مانا تو اُن کو اور آرمی ہیڈ کوارٹرز میں موجود دوسرے فورس کمانڈروں کو گرفتار کر کے ہیلی کاپٹر کے ذریعے کسی اور چھاؤنی میں لے گئے۔ آرمی ہیڈ کوارٹرز میں باغی فوجی ٹولے اور چیف آف آرمی اسٹاف کے حامی فوجیوں کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ اگلے دن دوپہر تک جاری رہا۔ اُس رات چیف آف اسٹاف خلوصی آکارلر کو موت کی دھمکی کے باوجود اُن کے مطالبے سے انکار ان باغیوں کی شکست کا پہلا قدم تھا۔ جب خلوصی آکارلر صاحب بغاوت کے خاتمہ کے بعد ٹی وی پر دکھائی دیے تو اُن کے گردن پر اُس بیلٹ کا نشان واضح طور پر نمایاں تھا۔

۲) اُس وقت باغی فوجیوں کے ایک اور ٹولے نے ایک باغی جنرل کی قیادت میں آرمی اسپیشل فورسز کے ہیڈ کوارٹر میں اسپیشل فورسز کے کمانڈر میجر جنرل ذکائی آق صاقاللی کو گرفتار کر کے ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کرنا چاہا تا کہ وہ لوگ اسپیشل فورسز کو اِس بغاوت میں استعمال کر سکیں۔ مگر میجر جنرل ذکائی آق صاقاللی کے ایڈ جوائنٹ نے یہ سن کر ایک پل بھی تأمل کیے بغیر اپنا پستول نکالا اور باغی جنرل کے ماتھے پر گولی چلائی اور اُسے ڈھیر کر دیا۔ یہ دیکھ کر باغی جنرل کے ساتھیوں نے بھی اُن پر

گولیاں چلا کر اُنھیں شہید کردیا۔ یہ دوسرا اقدام تھا جو اُس رات بغاوت کو ناکامی کی طرف لے گیا۔

۳) مارشل لا اور بغاوت کی خبریں آنے پر ترکی پارلیمنٹ کے تمام پارٹیوں کے ممبران جو اُس وقت انقرہ میں تھے پارلیمنٹ میں جمع ہوئے تاکہ بغاوت کے خلاف ایک قرارداد پاس کرسکیں۔ اُس وقت رات کے اُس پہر میں ڈیڑھ سو سے زائد پارلیمنٹ کے ممبر مذاکرات کے ہال میں اکٹھے ہوئے جن میں ترکی کے سیکولر خیالات وتصورات کے علم بردار اور رجب طیب اردوغان کے سخت مخالف جمہوری خلق پارٹی کے ممبر بھی شامل تھے۔ اِس کی اطلاع ملتے ہی باغی فوج نے ایف ۱۶ بھیج کر ترکی کی پارلیمنٹ پر بمباری کرادی۔

۴) اِس اثناء میں صدر جناب رجب طیب اردوغان چھٹیوں کے لیے ترکی کے مارماریس شہر کے ایک ہوٹل میں مقیم تھے اُس ہوٹل سے ذرا جلدی نکلے۔ اُن کے ہوٹل سے الگ ہونے کے پندرہ منٹ بعد باغی فوج کے اسپیشل فورسز کے چالیس سپاہیوں نے ہوٹل میں بم بھی پھینکا اور فائرنگ بھی کی۔ بغاوت کی ناکامی کے بعد اِس سپیشل فورس کے چالیس سپاہی جنگل کی طرف بھاگ نکلے اور ابھی تک ترکی فوج اُن لوگوں کی تلاش میں ہے۔ صدر کی حفاظت پر مامور جنرل، جو اُس دوران انقرہ میں تھا، نے بار بار صدر مملکت کے ساتھیوں کو فون کرکے صدر کے ہوائی جہاز کا روٹ دریافت کرنا چاہا مگر اُن لوگوں نے معلومات دینے سے انکار کیا۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ جنرل بھی اِس بغاوت کا حصہ ہے اور اب وہ گرفتار ہوا ہے۔

۵) اُسی رات آرمی ہیڈکوارٹرز اور آرمی اسپیشل فورسز کے ہیڈکوارٹرز کے ساتھ ساتھ باغیوں نے ترکی کے خفیہ سروس کے ہیڈکوارٹر میں ہیلی کاپٹر کے ذریعے اپنے فوجیوں کو اتارا اور باغیوں نے اترتے ہی خفیہ سروس کے اہلکاروں پر فائرنگ شروع کردی تو پولیس اہلکار بھی جوابی فائرنگ کرنے لگے۔ باغیوں کی پہلی فائرنگ میں کافی تعداد میں خفیہ سروس کے پولیس شہید ہوگئے مگر پھر بھی پولس فورسز نے باغیوں کو گرفتار کرنے تک لڑائی جاری رکھی۔ مزید برآں باغیوں نے پولیس اسپیشل فورسز کے ہیڈکوارٹر پر ایف ۱۶ سے بمباری کی جس کی وجہ سے پولیس کے سینتالیس اہلکار جن میں خواتین بھی تھیں ایک ہی دم میں شہید ہوگئے۔

۶) فوج کی کچھ چھاؤنیوں میں باغی آفیسرز نے بغاوت کے حکم سے انکار کی وجہ سے دوسرے سپاہیوں کو سبق سکھانے کی نیت سے انکار کرنے والے اپنے ہی سپاہیوں کے سروں کو گولیوں سے اڑادیا جن میں سے تین ہمارے ہمسائے کے بیٹے کی چھاؤنی میں تھے جہاں اُس کے سپاہی دوست اپنے کمانڈر کی گولیوں سے شہید ہوئے۔

خوشی کی بات ہے کہ اِس کے برعکس کچھ آفیسرز اور فوجی سپاہیوں نے باغی فوج کی نقل وحرکت کی اطلاع ملتے ہی اُن پر چھاپہ مارا اور اُن سب کو گرفتار کرکے چھاؤنیوں سے نکلنے نہیں دیا۔ یہ چند ایک نمونے ہیں جو ترکی کے حق شناش

فوجیوں اور پولیس اہلکاروں نے باغیوں کو روکنے کے لیے کیے جن کی وجہ سے فوجی بغاوت کو ناکامی کا سامنا ہوا۔

دوسری طرف ترکی کے عوام ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے اِس بغاوت کو ناکام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اُس رات جب ہمارے صدر نے ٹی وی پر ترکی کے عوام کو سڑکوں پر آنے کی دعوت دی تو میں نے اپنی اہلیہ ثمینہ جو پاکستان کی بیٹی ہے سے کہا کہ ثمینہ میں نکل رہا ہوں، پہلے وہ کچھ شش و پنج میں پڑی اور پھر اُس نے یہ کہہ کر مجھے روکنے کی کوشش کی کہ وہ لوگ بہت خطرناک ہیں براہِ کرم آپ باہر نہ جائیں۔ اِس پر میں نے کہا آج جو بھی ہونا ہے وہ ہو جائے مگر ہمیں ۱۹۸۰ء کا خوفناک منظر دیکھنا پسند نہیں۔ واضح رہے کہ ۱۹۸۰ء کے مارشل لا کے بعد فوجی حکومت نے سیکڑوں بے گناہوں کو پھانسیوں میں لٹکایا تھا اور مجھے ابھی تک یاد ہے ایک لڑکا جو سترہ سال کا تھا اور قانون کی رو سے اُس کو پھانسی نہیں دی جاسکتی تھی تو اُن لوگوں نے اُس بے چارے کی عمر ایک سال بڑھا کر اُسے دار پر چڑھایا۔ یہ سب کچھ میرے ذہن میں تھا۔ ثمینہ نے جب مجھے اس حالت میں دیکھا تو کہنے لگی کہ آپ جا رہے ہیں تو میں بھی آ رہی ہوں جو ہونا ہے تو ہم دونوں کو ہو جائے۔ اتنے میں ہماری ہمسائی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جب ہم نے دروازہ کھول کر دیکھا تو وہ اپنی دونوں جوان سال بیٹیوں کو ساتھ لے کر باہر جا رہی ہیں۔ اُس نے کہا کہ یہ گھر میں رکنے کا وقت نہیں چلو باہر۔ حالانکہ ہماری ہمسائی اور اُس کی بیٹیاں بالکل سیکولر اور آزاد خیال لوگ ہیں۔ وہ چلی گئیں تو ہم بھی باہر نکلنے لگے تب ہمارے بیٹے محمد نے ڈر کے مارے ثمینہ سے چمٹ کر رونا شروع کیا کہ ہمیں نہ چھوڑیں۔ پھر میں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ تم گھر میں رہو اگر ہمیں کچھ ہوا تو بچوں کا کون خیال رکھے گا۔ کیونکہ چند ایک دور کے رشتہ دار کے علاوہ میرے رشتہ دار بھی نہیں ہیں۔ پھر میں گھر سے نکلا۔ اُس وقت ثمینہ گھر میں تو رہی مگر محمد کو تسکین دے کر اُسے اپنی باجی کے پاس چھوڑتے ہوئے میرے گھر سے نکلنے کے کچھ منٹ بعد وہ بھی اپنی کچھ سہیلیوں کے ساتھ میرے پاس پہنچ گئی۔

ہمارے صدر کی دعوت سے میرے نکلنے تک پندرہ منٹ گزر گئے تھے مگر ہمارے گھر سے باسفورس برج تک کا گاڑی سے جو بیس منٹ کا راستہ ہے وہ انسانوں سے بھرا ہوا تھا اور آگے بڑھنا بہت مشکل تھا۔ اِس فاصلے کو بھرنے کے لیے تقریباً دس لاکھ انسان کی ضرورت ہوگی اور واقعی اُس وقت صرف ہمارے علاقے میں اِس تعداد میں لوگ جمع تھے اور باقی علاقوں کا آپ اندازہ لگائیے۔ اِس مجمع میں مرد بھی تھے، خواتین بھی تھیں، جوان بھی تھے اور بوڑھے بھی۔ کچھ خواتین کے ساتھ اُن کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ سیکولر لوگ بھی تھے، مذہبی لوگ بھی تھے اور حکومت کے مخالف قوم پرست پارٹی کے کارکن بھی تھے۔ ترک بھی تھے، کرد بھی تھے اور عرب بھی تھے۔ میں کہتا ہوں کہ وہاں تمام ترکی کے لوگ تھے بلکہ یہ کہیے تو بہتر ہوگا وہاں بذاتِ خود ترکی موجود تھا۔ آگے بڑھتے ہوئے پیغامات ملنے لگے کہ باغی فوجیوں نے لوگوں پر فائرنگ شروع

کر دی ہے اور لوگ کافی تعداد میں شہید اور زخمی ہیں۔ مگر اِس خبر کے ملنے کے باوجود کسی نے بھی تامل نہیں کیا نہ ہی واپس لوٹنے کے لیے سوچا۔ پھر خبریں آنے لگیں کہ باغی فوجیوں نے ٹینکوں کو لوگوں پر چلا کر بہت سے لوگوں کو کچل دیا ہے اور فوجی ہیلی کوپٹروں سے لوگوں پر فائرنگ کر رہے ہیں۔ مگر کوئی بھی پیچھے نہ ہٹا اور سب لوگ آگے بڑھتے چلے گئے۔ دوسری طرف تمام مساجد سے صلوٰۃ الشریفہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں تاکہ لوگوں کو سڑکوں پر بلایا جائے۔ صلوٰۃ شریفہ تو یا جمعہ کی نماز یا جنازہ کی نماز کی دعوت دینے کے لیے مساجد سے بلند ہوتی ہے۔ اِس طرح سے مساجد سے یہ پیغام مل رہا تھا کہ آپ مرنے کے لیے تیار ہو کر سڑکوں پر نکلیں۔

اُس رات ترکی عوام، باغی فوجیوں کو روکنے کی خاطر گولیوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے، اُس رات ٹینکوں کو روکنے کی خاطر لوگ ٹینکوں کے نیچے لیٹ گئے۔ لوگوں نے باغی فوجیوں کو ناکام بنانے کی خاطر ٹرکوں، بسوں اور گاڑیوں کو لے کر چھاؤنیوں کے دروازے بند کیے۔ ٹرک ڈرائیوروں نے فوجی لڑاکا طیاروں کو روکنے کے لیے فوجی ہوائی اڈوں میں اپنے ٹرکوں کو گھسا کر فلائٹ ٹریکوں کو لاک کیا۔ لوگوں نے دھواں پیدا کر کے لڑاکا طیاروں کو ٹیک آف کرنے سے روکنے کے لیے فوجی ہوائی اڈوں کے آس پاس موجود اپنے کھیتوں کو آگ لگا دی۔ ترکی کے عوام نے نہ صرف اپنی منتخب حکومت کو بچانے کے لیے بلکہ اپنے ملک کو اور اپنی عزت کو بچانے کے لیے شہید ہوئے، بہت سے بچے یتیم ہوئے اور خواتین بیوہ ہوئیں۔ ترکی میں شہیدوں کے خون نے جمہوریت کو بچا لیا۔ اگر اُس رات ترکی میں کوئی جمہوریت پسند شش و پنج میں پڑتا یا اپنی جان و مال کی فکر میں تامل کرتا تو آج ترکی میں باغیوں کی حکمرانی ہوتی اور وہ لوگ ہمارے صدر کو پھانسی دینے کے لیے قانونی تیاری کرتے جس طرح انیس سو ساٹھ کے مارشل لا کے بعد ترکی کے ہر دل عزیز صدر عدنان مندریس اور اُن کے ساتھیوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔

ہم یہاں پانچ دنوں سے شہیدوں کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جو اِس خونی بغاوت کو ڈرامہ کہہ کر صورتحال کو کسی اور رنگ میں رنگنا چاہتے ہیں اُن سب سے میری گزارش ہے کہ اگر اُن لوگوں میں انسانیت اور اُن کے دلوں میں انصاف نام کا کوئی احساس ہے تو کم از کم اپنی رجب طیب اردوغان دشمنی کی وجہ سے ترکی پر حملہ کر کے ہمارے شہیدوں کے خون کا مذاق نہ اڑائیں۔

☆......☆......☆

یہ سرکس کے مسخرے

اوریا مقبول جان

سرکس کے کرداروں میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک ماہر اور مشاق فنکار جو رسے پر چلتا ہے، قلابازیاں لگاتا ہے دونوں ہاتھوں سے کس قدر مہارت سے گیندوں کو اچھالتا ہے غرض طرح طرح کے ماہرانہ کرتب دکھا کر داد وصول کرتا ہے اور تالیوں کی گونج میں رخصت ہوتا ہے۔ اس کے جانے کے بعد عجیب وغریب لباس، پھندنے والی ٹوپی اور چہرے پر چونے سے نقش ونگار بنائے ہوئے ایک مسخرہ داخل ہوتا ہے اور وہی سارے کام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ رسی پکڑ کر جھولنے لگتا ہے تو دھڑام سے زمین پر گر جاتا ہے، گینداس کے ہاتھوں سے پھسل جاتے ہیں اور قلابازیاں وہ اس مضحکہ خیز انداز میں لگاتا ہے کہ پورا پنڈال ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہا ہوتا ہے، ایک اپنی مہارت کی داد وصول کرتا ہے تو دوسرا اپنے مسخرا پن کی۔ دونوں کی اپنی اپنی دنیا اور اپنی اپنی حیثیت ہے۔ لیکن سرکس کے مسخرے کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ ہیرو نہیں بن سکتا۔ اس میں وہ صلاحیتیں ہی موجود نہیں۔ اس لیے وہ ہیرو والی داد نہیں چاہتا بلکہ مسخرے والی داد پر خوش ہوتا ہے۔ گزشتہ دنوں جب ترکی میں طیب اردگان کی حکومت کے خلاف فوج کے ایک مختصر ٹولے نے بغاوت کی کوشش کی تو ترکی کے اس مقبول صدر کی اپیل پر ترک عوام سڑکوں پر نکل آئے، ٹینکوں کے سامنے لیٹ گئے، سپاہیوں کے سامنے دیوار بن گئے۔ ایسے میں پاکستان کے کچھ سیاست دان اور عظیم دانشور بھی اپنے "عظیم الشان" تبصرے کرنے لگے کہ اب عوام جمہوریت کا خود دفاع کریں گے۔ طالع آزما قوتوں کے لیے یہ بہت بڑا سبق ہے۔ اب ڈکٹیٹر شپ کے زمانے گزر گئے۔ گزشتہ دو دنوں سے پاکستانی قوم ان کے منہ سے یہ تبصرے سنتی اور ویسے ہی مسکراتی رہی جیسے مسخرے کے کرتبوں پر مسکراتی ہے۔ کیونکہ سرکس میں مسخرہ بھی اپنی ناکام پرفارمنس پر ہیرو کی طرح ہاتھ اٹھا کر داد کا طالب ہوتا ہے۔ کیا ان رہنماؤں نے ٹھنڈے دل کے ساتھ دامن میں جھانکنے کی کوشش کی ہے کہ ان میں اور طیب اردگان میں کیا فرق ہے۔ اس کی بیرون ملک سے ایک ٹیلیفون پر دی گئی کال پر لوگ سڑکوں پر نکل آتے ہیں اور اِن کے ہر دفعہ جانے کے بعد لوگ مٹھائیاں بانٹتے ہیں۔ دانشوروں کا تو کیا کہنا، ان کی خبروں، ٹویٹر کے ٹویٹ اور فیس بک کے تبصروں میں صبح تک یہ خواہش امڈ امڈ کر سامنے آ رہی تھی کہ فوجی بغاوت کامیاب ہو جائے گی اور ترکی کا اسلامی چہرہ سیکولرازم اور لبرل ازم میں بدل جائے۔ یہ دانشور، تجزیہ نگار اور تبصرہ نگار پوری رات پاکستان میں نہیں بلکہ پوری دنیا کے میڈیا پر چھائے رہے۔ پاکستان کے سیکولر اور لبرل دانشور تو اپنے انھی آقاؤں کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ اپنے میڈیا اور سوشل میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ بس اب طیب اردگان کی اسلام پسند حکومت کا سورج غروب ہو گیا۔ ذرا مغرب کے میڈیا اور اس

کے کرتا دھرتا افراد کی ناکام خواہشوں اور حسرتوں کا تماشا ملاحظہ کریں۔ برطانیہ کا مشہور اخبار ٹیلی گراف خبر لگاتا ہے۔ The Army sees Itself as the Guardian of Turkey's Secular Consitution" (فوج اپنے آپ کو ترکی کے سیکولر آئین کی محافظ سمجھتی ہے) یعنی پارلیمنٹ نہیں فوج آئین کی محافظ ہے۔ جب فوجی دستے بغاوت کے لیے نکلے تو نیویارک ٹائمز نے تو فوج کی جانب عوام کی ہمدردیاں موڑنے کے لیے یہ خبر لگائی "A Look at Erdogan, Controvesial Rule in Turky" (ترکی میں اردگان کے متنازعہ اقتدار پر ایک نظر)۔ اس دوران دنیا بھر کے اخبار اردگان کے بارے میں افواہیں پھیلاتے رہے۔ ڈیلی بیٹ نے ایک اپ ڈیٹ لگائی "Erdogan Reportedly Denied Assylum in Germany, Now Headed to London" (جرمنی نے اردگان کو پناہ دینے سے انکار کردیا، اب وہ لندن جارہے ہیں) Vox نیوز تو کھل کر بولنے لگا۔ "Erdogan is Clearly a Threat to Turkish Democracy and Secularism" (اردگان واضح طور پر ترکی کی جمہوریت اور سیکولرازم کے لیے ایک خطرہ ہے)۔ انتہائی معتبر جانا جانے والا فوکس (Fox) نیوز اپنے تبصرہ نگاروں میں کرنل رالف پیٹرز (Ralf Peters) کو لے کر آیا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے ۲۰۰۵ء میں پینٹا گان کے جرنل میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں پوری مسلم دنیا کا ایک نیا نقشہ پیش کیا تھا۔ اس کرنل صاحب نے اردگان کے خلاف ایک تفصیلی تبصرہ کیا اور کہا "If the Coup Succeeds, Islamists loose and we win" (اگر بغاوت کامیاب ہوجاتی ہے تو اسلامسٹ ہار جائیں گے اور ہم جیت جائیں گے)۔ بددیانتی کا ''شاندار'' مظاہرہ روس کے اخبار سپتنک (Sputnik) نے کیا عوام کی تصویریں لگا کر کیپشن لگایا "Images from the ground in Turkey show people celebrating coup" (بغاوت پر خوشی منانے والے عوام کی تصاویر) پاکستان کے سیکولر میڈیا نے بھی اپنے مغربی آقاؤں کی پیروی کرتے ہوئے اپنی خواہش کو خبر بنایا۔ ایک انگریزی معاصر نے آٹھ کالمی سرخی لگائی "ERDO.GONE" اس سرخی میں چھپی ان کی حسرت کتنی واضح نظر آرہی ہے۔ سوشل میڈیا کے سیکولر اور لبرل بلاگرز تو پوری رات تڑپتے رہے کہ کسی طریقے سے طیب اردگان کے خلاف بغاوت کی خوشی کن خبر سنیں۔ لیکن ناکامی کے بعد جمہوریت کی بقا فتح کا نعرہ لگانے لگے۔

کیا یہ جمہوریت کی فتح ہے یا طیب اردگان کے ان نظریات کی فتح ہے جو وہ اپنے ملک کو بتدریج اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش میں لگا رہے ہیں۔ ایک ایسا ملک جسے جنگ عظیم اوّل اور خلافت کے خاتمے کے بعد کمال اتاترک نے سیکولر ڈھانچے میں تبدیل کردیا تھا۔ قدیم ترکی لباس ضبط کر لیے گئے تھے اور پینٹ کوٹ اور سکرٹ اور بلاؤز کو لباس بنادیا گیا۔ عربی رسم الخط کی جگہ رومن رسم الخط نافذ کیا گیا۔ یہاں تک کہ اذان بھی ترکی میں دی جانے لگی۔ ظلم اس قدر کہ پارلیمنٹ میں ارکان نے عربی میں اذان دینا شروع کی تو انھیں گولیوں سے بھونا شروع کیا گیا اور سات ارکان نے جام شہادت نوش کرکے اذان مکمل کی۔ ان اقدامات کے خلاف جلال بایار اور عدنان مندریس کی حکومت آئی تو فوج نے اقتدار

پر قبضہ کر کے وزیر اعظم عدنان مندریس کو پھانسی دے دی اور صدر جلال بایار کو عمر قید۔ سو سالہ سیکولرازم اور امریکی مدد پر چلنے والی سیکولر فوج کی موجودگی میں طیب اردگان لوگوں کے دلوں میں چھپی اسلام سے محبت کو سامنے لے آیا اور اب پورا مغرب اسے ایک ڈراؤنا خواب سمجھتا ہے۔ انھیں اندازہ ہے کہ اردگان کے یہ چند اقدامات معاشرے کو وہاں لے جائیں گے جہاں شریعت معاشرے کا قانون بن جائے گی۔ وہ معاشرہ جہاں مساجد ویران ہو چکی تھی، طیب اردگان نے نہ صرف انھیں آباد کیا بلکہ صرف دو سالوں ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۳ء میں سترہ ہزار نئی مساجد تعمیر کروائیں۔ حجاب جس پر پابندی لگائی گئی تھی، یہ پابندی اٹھالی گئی اور نومبر ۲۰۱۵ء میں عالمی میڈیا میں یہ خبر بن گئی کہ ایک جج نے حجاب پہن کر کیس سنا۔ اتاترک نے تمام مدارس ختم کر دیے تھے اور ان کی جگہ ''امام ہاتپ'' سکول قائم کیے گئے جہاں اسلام کی مسخ شدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ اردگان نے پہلے ان کا نصاب بدلا اور اب ان سکولوں میں جہاں کوئی جانا پسند نہیں کرتا تھا دس لاکھ طالب علموں نے داخلہ لیا۔ جب وہ برسرِ اقتدار آیا تو ان سکولوں میں صرف ۶۵ ہزار طلبہ تھے۔ تمام سکولوں میں مذہبی تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا اور قرآن پاک کی عربی میں تعلیم کا اہتمام کیا گیا۔ اتاترک کے زمانے سے ایک پابندی عائد تھی کہ بارہ سال سے پہلے آپ قرآن پاک کی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ اردگان نے یہ پابندی اٹھالی۔ سیکولر لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ ایک بچے کو بارہ سال تک سیکولر نظریات پر پختہ کر لیا جائے اور پھر بے شک وہ قرآن پڑھے، اسے تنقیدی نظر سے ہی دیکھے گا۔ ایک مغرب میں رچے بسے معاشرے میں ۲۰۱۳ء میں اردگان نے سکول اور مسجد کے سو میٹر کے اردگرد شراب بیچنے اور اس کے اشتہار لگانے پر پابندی عائد کر دی۔ ''زراعت اسلامی بینک'' کو سودی بینکوں پر ترجیح دی۔ اگر چہ کہ یہ تمام اقدامات بنیادی نوعیت کے ہیں اور معاشرے کو مکمل طور پر اسلامی اصولوں پر نہیں ڈھال پاتے لیکن اس کے باوجود بھی خوف کا یہ عالم ہے کہ اردگان کے یہی اقدامات اگر جاری رہے تو ایک دن ترک معاشرے سے ایسی لہر ضرور اٹھ سکتی ہے جو شریعت کو نافذ کر کے دکھا دے گی اور شریعت اور خلافت یہ دو لفظ تو مغرب اور سیکولر لبرل طبقات کے لیے ایک ڈراؤنا خواب ہے۔ لوگ جمہوریت کے لیے نہیں بلکہ اردگان کے اسلامی اقدامات کے حق میں نکلے۔ اس لیے کہ اس سے پہلے کئی بار فوج نے اقتدار پر قبضہ کیا لوگ مزے سے سوتے رہے یہ اسلامی اقدار جوان کی روح میں رچی بسی ہیں۔ دنیا بھر کے سیکولر لبرل ساری رات بغاوت کی کامیابی کی خواہش میں تڑپتے رہے اگر یہ کامیاب ہو جاتی تو پھر ان کے تبصرے دیکھنے کے قابل ہوتے۔ کیسے فوجی بغاوت کی حمایت میں رطب اللسان ہو جاتے۔ اب ناکام ہو گئے ہیں تو جمہوریت اور سسٹم کے بقا کے لیے عوام کی جدوجہد کا نعرہ لگا دیا اور پھر ان کی ہمنوائی میں پاکستان کی جمہوری سیاست کے بددیانت، کرپٹ اور چور سیاستدان بھی میدان میں آ گئے جنھوں نے عوام کی زندگی اجیرن کر دی اور اپنی جائیدادیں بنائیں۔ ترک عوام نے سرکس کے ہیرو کی طرح اپنی فنکاری دکھائی اور داد وصول کی۔ لیکن اب یہ ویسی ہی داد وصول کرنا چاہتے ہین لیکن کیا کیا جائے لوگ ان کی خواہشوں اور گفتگو پر ویسے ہی مسکراتے ہیں جیسے سرکس کے مسخرے کی حرکتوں پر مسکراتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مسخرے پن پر داد چاہتا ہے اور وصول کرتا ہے۔ لیکن یہ چاہتے ہیں کہ حرکتیں مسخرے والی کریں اور داد ہیرو کی وصول کریں۔

ترکی اور مشرقِ وسطیٰ کی صورتحال پر اجلاس

مولانا زاہد الراشدی

۱۷؍جولائی ۲۰۱۶ء کو جمعیۃ علماء اسلام (س) پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی نے ''متحدہ سنی محاذ پاکستان'' کی رابطہ کمیٹی کا اجلاس طلب کیا جس کا مقصد مشرق وسطیٰ کی صورت حال بالخصوص حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقامات پر خونریز دھماکوں سے پیدا شدہ حالات اور حج بیت اللہ کے موقع پر سعودی عرب اور ایران کے تنازعہ کے حوالہ سے سامنے آنے والے خدشات کا جائزہ لینا اور اس سلسلہ میں سنجیدہ دینی حلقوں کو فکرمندی دلانے کی کوشش کرنا تھا۔ اجلاس میں کمیٹی کے ارکان، مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل حاجی عبداللطیف خالد چیمہ اور راقم الحروف کے علاوہ پاکستان شریعت کونسل کے مولانا قاری جمیل الرحمٰن اختر، مفتی محمد مغیرہ، حافظ محمد بلال فاروقی اور حافظ شفقت اللہ بھی شریک ہوئے۔ کمیٹی نے تفصیلی غور وخوض کے بعد مختلف امور پر مندرجہ ذیل رائے کا اظہار کیا۔

☆ترک عوام نے جس جرات اور دلیری کے ساتھ ایک فوجی گروہ کی بغاوت کو ناکام بنایا ہے وہ لائق تحسین ہے اور اس پر ترکی کے صدر جناب طیب اردگان اور پوری ترکی قوم مبارکباد کی مستحق ہے۔ جناب طیب اردگان کی قیادت میں ترکی کی منتخب جمہوری حکومت ترک عوام کی خدمت ملک کی ترقی واستحکام اور ترک قوم کے امتیاز وتشخص کو اجاگر کرنے کے لیے جس تدبر اور حوصلہ کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے حالیہ ناکام فوجی بغاوت اس کے خلاف ایک عالمی سازش کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کا مقصد اردگان حکومت کو ترک عوام کی بےلاگ نمائندگی اور ترکی کو عالمی سیاست بالخصوص عالم اسلام کے مسائل میں جرات مندانہ کردار سے روکنا تھا۔ اور ترک عوام نے اسے ناکام بنا کر ایک آزاد اور زندہ دل قوم ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ ہم اس مرحلہ پر اپنے ترک بھائیوں کے ساتھ ہیں اور انھیں خراج تحسین وتبریک پیش کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ترکی کو مزید استحکام وترقی سے نوازیں اور ترک عوام اور ان کی قیادت کی حفاظت فرمائیں، آمین یارب العالمین۔

☆مشرق وسطیٰ کی موجودہ صورت حال ہمارے نزدیک ایران کی اس مسلسل پالیسی کا نتیجہ ہے جو انقلاب ایران کے بعد اس انقلاب کے اثرات کو اردگرد کے ممالک میں پھیلانے اور خاص طور پر مشرق وسطیٰ کے معاملات کو کنٹرول کرنے کے لیے اختیار کی گئی۔ اور اس پالیسی کے تحت بتدریج عراق، شام، یمن اور لبنان میں حالات کو خراب کر

کے مداخلت کی راہ ہموار کی گئی اوران ممالک میں فرقہ وارانہ خانہ جنگی کا ماحول پیدا کر کے اب بحرین کوافراتفری کے اس ماحول میں لانے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ سعودی عرب کے گرد حصار مکمل کر کے حرمین شریفین کوگھیرے میں لینے کی اسکیم کوعملی جامہ پہنایا جاسکے۔ ہمارے خیال میں نہ تو سعودی عرب نے اس صورتحال کا صحیح ادراک کرنے اوراس کے لیے اپنے مخصوص دائرے سے باہر نکل کر وسیع پیمانے پر مشاورت وتعاون کا ماحول پیدا کرنے کی طرف سنجیدہ توجہ دی ہے اور نہ ہی اسلامی سربراہ کانفرنس کی تنظیم او آئی سی، کوئی مؤثر کردار ادا کرنے میں پیش رفت کرتی دکھائی دے رہی ہے۔ یہ مسئلہ پورے عالم اسلام کا ہے کیونکہ اسے کنٹرول کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو پورا عالم اسلام اس سے متاثر ہوگا اور تیزی سے بڑھتی اور پھیلتی ہوئی اس فرقہ وارانہ کشیدگی اور باہمی تصادم کا فائدہ اسرائیل اوراس کے پشت پناہوں کے سوا کسی کونہیں ہوگا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ایران اور سعودی عرب دونوں سے اس مسئلہ پر بات کی جائے دونوں کی باہمی شکایات کا جائزہ لیا جائے اوراس تنازعہ کومزید پھیلنے سے روکنے کے لیے دونوں کوایک میز پر لایا جائے۔ ظاہر بات ہے کہ عالمی قوتوں سے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی اس لیے کہ وہ خود اس آگ کوبھڑکانے میں خاص دلچسپی رکھتی ہیں اوراسی میں وہ اپنا مفاد سمجھتی ہیں۔ اس لیے عالم اسلام کوہی اس سلسلہ میں کوئی کردار ادا کرنا ہوگا اوراس کے لیے سب سے اہم کردار او آئی سی کا بنتا ہے کہ وہ خاموش تماشائی بنے رہنے کی بجائے اس معاملہ میں متحرک ہو۔ ہمارے خیال میں حج بیت اللہ سے پہلے او آئی سی کا سربراہی اجلاس ضروری ہے جو حرمین شریفین کے تحفظ، مشرق وسطیٰ میں سنی شیعہ تصادم کوروکنے، سعودی عرب اور ایران کی باہمی شکایات کودور کرنے اور کسی بھی طرف سے ہونے والے تشدد کی روک تھام کے لیے ٹھوس لائحہ عمل اختیار کرے۔ ہماری رائے میں پاکستان اور ترکی کی حکومتیں اس سلسلہ میں موثر کردار ادا کرسکتی ہیں جبکہ مسلم حکمرانوں کواس طرف توجہ دلانے کے لیے سیاسی و دینی حلقوں اور علمی مراکز کا متحرک ہونا ضروری ہے۔ اور عالم اسلام کی رائے عامہ کو بیدار و منظم کرنا وقت کا اہم تقاضہ ہے۔

متحدہ سنی محاذ پاکستان کی رابطہ کمیٹی نے اس حوالہ سے طے کیا ہے کہ مختلف مکاتب فکر کے دینی راہ نماؤں سے مشاورت کر کے اس سلسلہ میں مثبت اور مؤثر جدوجہد کے مواقع تلاش کیے جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے ۷راگست اتوار کوصبح ۱۰ بجے مسجد خضریٰ سمن آباد لاہور میں مختلف دینی جماعتوں کے راہ نماؤں کا ایک مشاورتی اجلاس طلب کیا جارہا ہے جس کے لیے مولانا عبدالرؤف فاروقی نے رابطوں کا آغاز کردیا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اس سلسلہ میں خصوصی مشوروں، توجہات اور دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔

این جی اوز یا خیر الناس؟

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

پوچھا یہ این جی اوز کیا ہوتا ؟ کہا خیراتی ادارے، انگریزی لفظ ہے ”نان گورنمنٹل آرگنائزیشن“۔ یہ ادارے ضرورت مندوں کے کام آتے ہیں۔ غریبوں یتیموں کی مالی مدد کرتے ہیں اور اسیطرح بہت سے بے روزگار لوگوں کے روزگار کا بندوبست کرتے ہیں، ورنہ آج کے مہذب معاشرے میں کون کسی کے کام آتا ہے۔ ایک کتاب میں پڑھا کہ ایک یورپی ملک میں ایک نوجوان لڑکی سڑک کنارے ہاتھ پھیلائے بیٹھی تھی، پوچھنے پر اس نے بتایا کہ مغربی معاشرے میں ہر مرد عورت اپنی ضرورت کے لیے خود کماتا ہے۔ مرد عورت چاہے خاوند بیوی ہوں، انھیں ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھانا پڑتا۔ ہر عورت آزاد ہے خود مختار ہے خود کماتی ہے کسی کی محتاجی اس کو نہیں کرنا پڑتی۔ یہاں تک کہ بیٹی جب بالغ ہو جاتی ہے تو اسے اپنا خرچ خود برداشت کرنا ہوتا ہے۔ اس لڑکی نے یہ بھی بتایا کہ اس کے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا ہے کہ اب میرے گھر میں رہنا ہے تو کرایہ لے کر آؤ۔ اسی طرح کئی مواقع پر دیکھا اور سنا گیا کہ بیوی نے خاوند سے ادھار لیا اور کئی بار جب خاوند کے پاس نقد رقم نہیں تھی تو اس نے بیوی سے قرض لے کر ضرورت پوری کی اور دوسرے وقت قرض واپس ادا کر دیا۔

دوسرا منظر: خاتم المعصومین سید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **خَیْرُ النَّاسِ مَنْ ینفعُ النّاس**َ۔ بہتر انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو نفع پہنچائے۔ خود اللہ پاک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتگاں کی تعریف میں اپنی ازلی ابدی کتاب قرآن مجید میں مدح فرمائی۔ **یُوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ** ......**اصحاب محمد علیہ و علیھم السلام** اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود ان کو شدید ضرورت ہو۔ ہر موقع پر تربیت محمدی کے یہ مناظر سامنے آتے رہے۔ غزوۂ احد کا واقعہ تو بے حد مشہور ہے کہ نزع کے عالم میں ایک زخمی مجاہد نے پانی مانگا۔ پانی پیش کیا گیا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا کیونکہ اس کے کان میں ایک اور جان بہ لب زخمی کی آواز پڑ چکی تھی پانی والا ادھر بڑھا تو تیسری آواز نے اس دوسرے پیاسے کو بھی ایثار کا دامن تھما دیا، اس نے کہا کسی دوسرے پیاسے بھائی سے پہلے میں کیسے پانی پی سکتا ہوں۔ پانی والا ادھر بڑھا تو وہ جنت کے چشمہ سلسبیل پر پہنچ چکا تھا وہ واپس دوسرے اور پھر پہلے کی طرف آیا مگر وہ دونوں بھی چشمہ ایثار سے سیراب ہو کر اپنے رب کریم کے ہاں سرخرو ہو چکے تھے۔ مواخاۃ مدینہ کے موقع پر ہر انصاری نے اپنے مہاجر بھائی کی مدد مالی اخلاقی بلکہ ہر طور اس طرح کی کہ قیامت تک ماں

جائے بھائی والی قربت ومحبت کہیں پیچھے رہ گئی۔ آج کی مہذب این جی اوز کی بجائے اسلام اور اہل اسلام سراپا اصل این جی اوز ہیں جھوٹ، حرام، رشوت، سود، لوٹ مار، قتل وغارت، بدکاری یہ سب مہذب معاشروں میں موجود ہیں۔ جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا وہ چاہے کتنا ہی نیک نفس بنا پھرے، سفید لباس میں بہ ظاہر مہذب معاشرہ ہوگا مگر امن، سلامتی، ایثار، دوسروں کے کام آنا، تمام انسانوں کو ایک برادری سمجھنا ممکن ہی نہیں۔ یہ سب صفاتِ عالیہ خاتم المعصومین سید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے مقدس دین اسلام میں موجود ہیں۔ اس کا نام اسلام ہے جس کا معنی سلامتی ہی سلامتی ہے اللہ رسول اور آخرت پر ایمان ہے جس کا نتیجہ امن ہی امن ہے۔ آج اگر اسلام کے دعویداروں میں صفاتِ عالیہ موجود نہیں تو اس کا مطلب ہے مدعی کا دعویٰ غلط ہے۔ اہل اسلام جب عرب سے نکلے تو ان میں سے ہر ایک خیر الناس تھا ہر کوئی یوٹرون کا مثالی نمونہ تھا، ہر بندۂ مومن اپنی جگہ این جی اوز تھا بلکہ ہر کوئی نیکی اور خدمت میں دوسرے سے بڑھنے میں کوشاں تھا۔ غزوہ تبوک کو دیکھیے فاروق اعظم، صدیق اکبر سے بڑھنے کی تمنا کر رہے ہیں اور صدیق اپنے گھر میں کچھ بھی چھوڑ کر نہیں آئے۔ عثمان غنی اتنا مال لائے ہیں کہ مَاضَرَّ عُثمانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَومِ کا کامل اکمل اخروی سرٹیفکیٹ لے چکے ہیں یہ صرف دو تین یا چند ایک کی بات نہیں تھی۔ اصحاب محمد علیہ وعلیہم السلام سارے ایسے ہی تھے۔ پھر خالق دو عالم نے اعلان کر دیا کہ اب یہی اصحابِ محمد علیہم الرضوان معیار حق بن چکے ہیں۔ اب افراد ہوں یا معاشرہ، این جی اوز ہوں یا مخیّر افراد، یہی مقدسین واحد نمونہ ہیں، جو کوئی ان جیسا بنے گا وہی کامران و نیک نام، اس نیک بخت معاشرے میں عورتیں گھروں میں آزاد رہ کر مسلم قوم کے بچوں کو اسلامی عالمی معیار کا لائق صد فخر سپوت بنانے کی ذمہ داریاں نبھاتی ہیں۔ مردوں کی طرح بازاروں میں مشینی کل پرزہ نہیں ہوتیں۔ ان کا باپ بھائی ان سے کرایہ نہیں مانگتا۔ ان کا شریک حیات محنت کر کے حلال کماتا ہے اور محبت اور خلوص کی چاشنی دے کر بیوی بچوں کے ساتھ مل کر کھاتا ہے۔

HARIS 1

ڈاؤلینس ریفریجریٹر
اے سی سپلٹ یونٹ
کے بااختیار ڈیلر

حارث ون

Dawlance

061 -4573511
0333-6126856

نزد الفلاح بینک، حسین آگاہی روڈ، ملتان

گناہ اور معصیت!

مصائب وآفات اور پریشانیوں کا سبب

مولانا محمد شفیق الرحمٰن علوی

مختلف انسان مختلف قسم کی پریشانیوں میں گرفتار ومبتلا رہتے ہیں: کسی کو جانی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو کسی کو مالی، کسی کو منصب کی پریشانی ہوتی ہے تو کسی کو عزت وآبرو کی، امیر اپنی کوٹھی میں پریشان تو غریب جھونپڑی میں، کوئی روزگار اور حالات سے نالاں تو کوئی عزیز واقارب اور دوست واحباب سے شاکی۔ تقریباً ہر آدمی کسی نہ کسی فکر، بے سکونی اور پریشانی میں مبتلا ہے۔

دلی سکون، قرار اور اطمینان حاصل کرنے کے لیے ہر ایک اپنے ذہن اور اپنی سوچ کے مطابق اپنی پریشانیوں کی از خود تشخیص کر کے ان کے علاج میں لگتا ہے۔ کوئی اقتدار، منصب یا عہدہ میں سکون تلاش کرتا ہے، مگر جب اُسے مطلوبہ منصب مل جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں تو سکون نام کی کوئی چیز ہی نہیں، بلکہ منصب کی ذمہ داریوں اور منصب کے زوال کے اندیشوں کی صورت میں اور زیادہ تفکرات ہیں۔

کسی نے سمجھا کہ سکون صرف مال ودولت کی کثرت وفراوانی میں ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کو یہ مال ودولت حاصل ہوا، اُن میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ کاروباری تفکرات، ترقی کا شوق، دن بدن بڑھتی ہوئی حرص اور تجارت میں نقصان کے اندیشوں سے اُن کی راتوں کی نیند حرام ہے، الا ماشاءاللہ۔ کسی نے رقص وسرود اور شراب وکباب کو باعثِ سکون جانا، مگر وقتی اور عارضی لذت کے بعد پھر بھی بے چینی اور اضطراب برقرار۔ کسی نے منشیات کا سہارا لیا، مگر اس میں بھی صرف عارضی دل بہلاوا، عارضی فائدہ اور دائمی نقصان۔ کسی نے نت نئے فیشن کر کے دل بہلانے کی کوشش کی، مگر سکون وقرار نہ ملا۔

جبکہ ایک طبقہ (دینی ذہن رکھنے والوں) کا یہ خیال ہے کہ مختلف پریشانیوں اور مصیبتوں سے بچاؤ کا اصل طریقہ اور اُن کا حقیقی علاج صرف ایک ہی ہے، اور وہ یہ کہ اپنے آپ کو گناہگار، خطاکار، نافرمان اور قصوروار سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی جائے اور گناہوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا جائے، کیونکہ سکون وراحت کے سب خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، وہی ان کا مالک ہے، جب مالک راضی ہوگا تو خوش ہو کر اپنی مملوکہ چیز (سکون وراحت) اپنے فرمانبردار بندوں کو

عطا کرے گا اور وہ مالک راضی ہوتا ہے نافرمانی اور گناہوں کو چھوڑنے اور فرمانبرداری اختیار کرنے سے۔

ہر آدمی جانتا ہے کہ ہر اچھے یا بُرے عمل کا ردِ عمل ضرور ہوتا ہے، دنیا میں پیش آنے والے حالات پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی چیز انسان کے اچھے یا بُرے اعمال ہیں جن کا براہِ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ناراضی سے ہے۔ کسی واقعہ اور حادثہ کے طبعی اسباب جنہیں ہم دیکھتے، سُنتے اور محسوس کرتے ہیں، وہ کسی اچھے یا برے واقعہ کے لیے محض ظاہری سبب کے درجہ میں ہیں۔ سادہ لوح لوگ حوادث وآفات کو صرف طبعی اور ظاہری اسباب سے جوڑتے اور پھر اسی اعتبار سے اُن حوادث سے بچاؤ کی تدابیر کرتے ہیں۔ شرعی تعلیمات کی روشنی میں بحیثیت مسلمان ہمیں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر سے ہوتا ہے، جس کا عقل اور حواس خمسہ کے ذریعہ ادراک کرنے سے ہم قاصر ہیں، وحی الٰہی اور انبیاء کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جزاء وسزا کا جو نظام سمجھایا ہے، وہ ہمیں اس غیبی نظام کے بارے میں آگاہ کرتا ہے، وہ یہ کہ کسی بھی واقعہ اور حادثہ کا اصل اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حالات کو (خواہ اچھے ہوں یا بُرے) انسانی اعمال سے جوڑا اور وابستہ فرمایا ہے، چنانچہ انسان کے نیک وبد اعمال کی نوعیت کے اعتبار سے احوال مرتب ہوتے ہیں: صحت ومرض، نفع ونقصان، کامیابی وناکامی، خوشی وغمی، بارش وخشک سالی، مہنگائی وارزانی، بدامنی ودہشت گردی، وبائی امراض، زلزلہ، طوفان، سیلاب وغیرہ، وغیرہ، یہ سب ہمارے نیک وبد اعمال کا ہی نتیجہ ہوتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر: ان سب احوال کے ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں، مگر حقیقی اسباب ہمارے نیک وبد اعمال ہوتے ہیں۔ اس طرح کے خوفناک اور عبرت انگیز واقعات (خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی) دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''الارم'' اور ''تنبیہ'' ہوتے ہیں، تاکہ انسان اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اور کوئی تنبیہ اس کے غفلت شعار دل کو جُنبش دینے میں کامیاب ہوجائے:

جب بھی میں کہتا ہوں: اے اللہ! میرا حال دیکھ   حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

دُنیا میں پیش آمدہ اچھے یا بُرے واقعات سے حاصل ہونے والا انسانی تجربہ بھی اسی پر شاہد ہے کہ بہت سارے لوگوں اور قوموں پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے دُنیا میں ہی مختلف قسم کے عذاب آئے ہیں، مثلاً: کوئی مسخ کیا گیا، کوئی زمین میں دھنسایا گیا، کوئی دریا میں غرق کیا گیا، کوئی طوفان کی نذر ہوا۔ ان تباہ شدہ اقوام کی بستیوں کے کھنڈرات آج بھی اس حقیقت پر دال ہیں کہ نافرمانی سببِ عذاب وپریشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیثِ مبارکہ میں اعمال کی حسبِ نوعیت تاثیرات کو (جیسی کرنی ویسی بھرنی کے بمصداق) مختلف پہلوؤں اور طریقوں سے بیان فرمایا ہے، امت کو بدعملیوں کے بُرے نتائج سے آگاہ فرما کر اعمال کی اصلاح کا حکم دیا ہے، چنانچہ یہ مضمون قرآن کریم کی دسیوں آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں احادیث سے صراحۃً ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ا:...... ’’مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً‘‘۔ (النحل:۹۷)

ترجمہ:...... ’’جو کوئی نیک کام کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو، تو ہم اُسے پاکیزہ (یعنی عمدہ) زندگی دیں گے‘‘۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ نیکی پُرسکون زندگی کا سبب ہے، چنانچہ دو چیزوں (ایمان اور اعمال صالحہ) کے موجود ہونے پر اللہ تعالیٰ نے ’’حیٰوۃ طیبۃ‘‘ یعنی بالطف، عمدہ اور پُرسکون زندگی عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ عام آدمی بھی یہ آیت پڑھ کر یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ نہ ہوں یا کوئی ایک نہ ہو تو ’’حیٰوۃ طیّبۃ‘‘ یعنی ’’پُرسکون زندگی‘‘ نصیب نہ ہوگی، بلکہ ’’پریشان زندگی‘‘ ہوگی۔

۲:...... ’’وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَإِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكاً وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمٰى‘‘۔ (طٰہٰ:۱۲۴)

ترجمہ:...... ’’اور جو شخص میرے ذکر (نصیحت) سے اعراض کرے گا تو اس کے لیے (دنیا اور آخرت میں) تنگی کا جینا ہوگا‘‘۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل نہ کی، بلکہ نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ اس پر دنیا کی زندگی تنگ کر دیں گے، ظاہری طور پر مال و دولت، منصب و عزت مل بھی جائے تو قلب میں سکون نہیں آنے دیں گے، اس طور پر کہ ہر وقت دنیا کی حرص، ترقی کی فکر اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہے گا۔ اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوا کہ ’’نافرمانی سببِ پریشانی اور فرمانبرداری سببِ سکون ہے‘‘۔

۳:...... ’’ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ‘‘۔ (الروم:۴۱)

ترجمہ:...... ’’خشکی اور تری میں لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی (اعمال) کے سبب خرابی پھیل رہی ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ اُن کے بعض اعمال کا مزہ انہیں چکھا دے، تاکہ وہ باز آجائیں‘‘۔

۴:...... ’’وَمَآ أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ‘‘۔ (الشوریٰ:۳۰)

ترجمہ:...... ’’اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سارے (گناہوں) سے تو وہ (اللہ تعالیٰ) درگزر کر دیتا ہے‘‘۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ مصیبت اور فساد کا سبب خود انسان کے اپنے کیے ہوئے بُرے اعمال ہیں، اور یہ بھی باآسانی سمجھ میں آ رہا ہے کہ: اگر بُرے اعمال نہ ہوں تو یہ مصائب، آفات اور فسادات وغیرہ بھی نہ ہوں گے۔ نتیجہ یہی نکلا کہ ’’نافرمانی سببِ پریشانی اور فرمانبرداری سببِ سکون ہے‘‘۔

۵:......''وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ''۔ (الاعراف:۹۶)

ترجمہ:......''اور اگر ان بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا''۔

یعنی ایمان اور تقویٰ (اعمالِ صالحہ) برکت وخوشحالی کا ذریعہ اور بُرے اعمال عذاب و پکڑ اور پریشانی کا سبب ہیں۔

۶:......''وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ''۔ (ہود:۵۲)

ترجمہ:......''اور اے میری قوم! تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ اور اس کے سامنے توبہ کرو، وہ تم پر خوب بارش برسائے گا اور تم کو قوّت دے کر تمہاری قوّت میں زیادتی کرے گا اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو''۔

۷:......''فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا، يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا، وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهٰرًا۔'' (نوح:۱۲)

ترجمہ:......''تو میں نے کہا کہ: گناہ بخشواؤ اپنے رب سے، بے شک وہ بخشنے والا ہے، تم پر آسمان کی دھاریں (تیز بارشیں) برسائے گا اور بڑھادے گا تم کو مال اور بیٹوں سے اور بنادے گا تمہارے واسطے باغ اور بنادے گا تمہارے لیے نہریں''۔

ان دونوں آیات میں نعمتوں اور برکات کے حصول کا طریقہ گناہوں سے توبہ، استغفار اور تقویٰ کو بیان فرمایا ہے، جب معلوم ہوا کہ گناہوں کا چھوڑنا اور توبہ کرنا مال واولاد کی کثرت اور خوشحالی کا سبب ہے تو اس سے لازمی طور صاحبِ عقل وشعور یہی نتیجہ نکالے گا کہ ''گناہ اور نافرمانی، نعمتوں میں کمی اور بدحالی کا سبب ہے''۔

۸:......''وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا، وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ''۔ (الطلاق:۲،۳)

ترجمہ:......''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے، جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا''۔

اس آیت میں تقویٰ کو نجات اور وسعتِ رزق کا سبب بتایا ہے اور اس کا عکس یہی ہے کہ نافرمانی اور گناہ، پریشانیوں میں گرفتار ہونے اور قلتِ رزق اور نعمت میں کمی کا سبب ہے۔

۹:......''وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ''۔ (النحل:۱۱۲)

ترجمہ:......''اور بتائی اللہ نے ایک بستی کی مثال جو چین وامن سے تھے، چلی آتی تھی اس کی روزی فراغت سے ہر جگہ سے، پھر ناشکری کی اللہ کی نعمتوں کی، پھر مزہ چکھایا اس کو اللہ نے بھوک اور خوف کے لباس کا''۔

اگر غور کیا جائے تو یہ آیت درحقیقت ایک آئینہ ہے، جس میں ہر بستی اور ہر ملک والے اپنی حالت دیکھ اور جانچ سکتے ہیں۔ جس کی حالت اس بستی کی طرح ہے، وہ سمجھ لے کہ اُس سے غلطی بھی اُنہیں کی طرح ہوئی ہے۔ اپنے ملک کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے آیت کے ترجمہ کو دوبارہ پڑھیں اور غور کریں تو صاف پتہ چلے گا کہ ہم میں اور ان بستی والوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے اسلامی ملک پاکستان کے ساتھ مسلمانانِ پاکستان نے جو غیر اسلامی سلوک روا رکھا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے، جس کے نتیجہ میں ہم پر آج برے حالات مسلط ہیں۔ ہمارے وطنِ عزیز ملک پاکستان کے منجملہ بڑے مسائل میں سے دو مسئلے بہت خطرناک اور انتہائی پریشان کن ہیں۔ ا......مہنگائی۔ ۲:......بدامنی اور دہشت گردی۔ اس آیت میں بھی ناشکری کی دو سزائیں مذکور ہیں، ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری اور اُس کی نافرمانی کی ہے، اس لیے ہم ان حالات کا شکار ہیں۔ بہر حال قرآن مجید کی یہ آیت ٹھیک ٹھیک ہمارے حالات پر چسپاں ہوتی ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔

بہت سی احادیث بھی صراحۃً اسی مضمون ''نافرمانی سببِ پریشانی اور فرمانبرداری سببِ سکون'' پر دلالت کرتی ہیں۔ ''مشتے نمونہ از خروارے'' یہاں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''اس وقت کیا ہوگا؟ جب پانچ چیزیں تم میں پیدا ہو جائیں گی اور میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تم میں پیدا ہوں یا تم ان (پانچ چیزوں) کو پاؤ، (وہ یہ ہیں): ا......بے حیائی: جسے کسی قوم میں علانیہ (ظاہراً) کیا جاتا ہو تو اس میں طاعون اور وہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جو ان سے پہلوؤں میں نہیں تھیں۔ ۲......اور جو قوم زکوٰۃ سے رک جاتی ہے تو وہ (درحقیقت) آسمان سے ہونے والی بارش کو روکتی ہے اور اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر بارش برستی ہی نہیں۔ ۳......اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو وہ قحط سالی، رزق کی تنگی اور بادشاہوں کے ظلم میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ ۴......اور امراء جب اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے بغیر فیصلے کرتے ہیں تو ان پر دشمن مسلط ہو جاتا ہے جو ان سے ان کی بعض چیزوں کو چھین لیتا ہے۔ ۵......اور جب اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں جھگڑے پیدا کر دیتا ہے''۔ (الترغیب، ج:۳، ص:۱۶۹)

مذکورہ حدیث میں مختلف گناہوں کو مختلف آفات و پریشانیوں کا سبب بتایا گیا ہے، اس قدر صراحت کے بعد بھی کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ: ''نافرمانی سببِ پریشانی وعذاب ہے''؟۔

ایک اور روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''عبادَ اللّٰه! لَتُسَوُّنَّ صفوفَكم أو ليخالفَنَّ اللّٰهُ بين وجوهكم۔'' (مشکوٰۃ،ص:۹۷)

ترجمہ:...... ''اے اللہ کے بندو! تم اپنی صفوں کو درست کرلو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں (یعنی دلوں) میں اختلاف پیدا کردے گا''۔

مذکورہ حدیث میں صفوں کو سیدھا نہ کرنے کے فعل بد پر (جو ہے بھی بظاہر چھوٹا گناہ) آپس میں اختلافات پیدا ہونے کی وعید ہے، اس سے واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ بُرے اعمال سب پریشانی ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ سے منقول ایک حدیث میں ہے کہ:

''أعمالكم عمالكم وكما تكونوا يولى عليكم''۔ (کشف الخفاء ج:۱،ص:۱۴۷، بحوالہ طبرانی)

ترجمہ:...... ''تمہارے اعمال ہی (درحقیقت) تمہارے حاکم ہیں اور جیسے تم ہوگے ایسے ہی حاکم تم پر مسلّط ہوں گے''۔

یہ حدیث بھی اعمالِ بد کے برے نتائج برآمد ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ برے اور ظالم حکمران بھی اعمالِ بد کی وجہ سے مسلط ہوتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہاں ذکر کردیا جائے، جو مذکورہ مسئلہ پر دلالت کرتا ہے: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک دفعہ مدینہ اور حجاز کے علاقہ میں زبردست قحط پڑا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر و شام کے علاقہ سے کثیر مقدار میں غذائی اشیا منگوائیں، مگر قحط کسی طور پر کم نہ ہوا، ایک صحابی بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو سمجھتا تھا کہ عمرؓ سمجھدار آدمی ہے! اس صحابیؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب سنایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت پریشان ہوئے، اور نمازِ فجر کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں نے میرے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تبدیلی محسوس کی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں اور حضرت عمر کی کچھ تعریف کی۔ حضرت عمر q نے خواب دیکھنے والے صحابیؓ کو فرمایا کہ اپنا خواب بیان کریں۔ خواب سن کر صحابہ s نے فرمایا: امیر المؤمنین! رسول اللہ a اس جانب متوجہ فرما رہے ہیں کہ قحط کے حالات سے نمٹنے کے لیے آپ دنیا کے ظاہری اسباب تو اختیار فرما رہے ہیں، لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ سے رجوع نہیں کیا، یعنی نمازِ استسقاء نہیں پڑھی، حضرت عمر q چونکہ حق قبول کرنے کا مزاج رکھتے تھے تو آپؓ نے نمازِ استسقاء ادا فرمائی اور ایسی بارش ہوئی کہ مدینہ کا طویل قحط دور ہوا۔ (البدایہ والنہایہ، ج:۷،ص:۲۰۳،۲۰۴)

اس واقعہ پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلے گا کہ اچھے اعمال کا اثر بھی اچھا اور بُرے اعمال کا اثر بھی بُرا ہوتا ہے، جیسا کہ مذکورہ واقعہ میں نمازِ استسقاء (جو نیک عمل ہے) کا اثر اچھا ہوا۔ اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسائل

صرف ظاہری اسباب سے حل نہیں ہوتے، بلکہ ان کے لیے باطنی اسباب بھی ضروری ہوتے ہیں۔

ممکن ہے کسی کو یہ تردّد اور اشکال ہو کہ عجیب بات ہے، پریشانی دنیوی ہے اور مشورہ دنیوی اسباب کے بجائے گناہوں اور نافرمانیوں کے چھوڑنے کا دیا جا رہا ہے، یعنی بظاہر ان دونوں باتوں کا آپس میں کوئی جوڑ معلوم نہیں ہوتا۔

اس اعتراض کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول a نے گناہوں کو پریشانی اور نیکی کو راحت واطمینان کا سبب قرار دے دیا تو ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ عقل میں آئے یا نہ آئے، بلا تردُّد ''اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا'' کہے اور بزبانِ حال یوں گویا ہو کہ:

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

کیونکہ جس ذات پر ایمان لائے ہیں، اس کا یہی فرمان ہے، اس لیے ماننے کے سوا چارۂ کار نہیں۔

دوسرا جواب عقلی لحاظ سے یہ ہے کہ مال و دولت، عزت و منصب، صحت و تندرستی، راحت و سکون وغیرہ، یعنی دنیا کی ہر نعمت اللہ تعالیٰ کے خزانہ اور ملکیت میں ہے، جب ہر نعمت اللہ تعالیٰ کے خزانہ اور ملکیت میں ہے تو پھر سوچیے کہ کیا مالک (اللہ تعالیٰ) جس کے دربار میں نہ ہی چوری ممکن ہے اور نہ زبردستی سفارش، اس کو راضی کیے بغیر کچھ لیا جا سکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے ہی پریشانیوں سے چھٹکارا اور راحت و سکون مل سکتا ہے۔

ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں: بعض اوقات نیک وصالح، دین دار، حتیٰ کہ بزرگ حضرات بھی مصیبت و پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، حالانکہ وہ گناہوں سے بھی بچ رہے ہوتے ہیں، فرمانبرداری بھی کر رہے ہوتے ہیں، ایسا کیوں ہے؟۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ قاعدہ اکثریہ ہے یعنی اکثر پریشانیاں گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے آتی ہیں، مگر بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جو بطورِ آزمائش ہوتی ہیں اور نتیجۂ نعمت کے حصول کا سبب بنتی ہیں، وہ اس طرح کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کو کسی خاص اخروی درجہ اور مرتبہ پر فائز کرنا چاہتے ہیں، مگر وہ اپنی بشری کمزوری کی وجہ سے نیکیوں کی بنیاد پر اُس کا مستحق نہیں بن سکتا تو اللہ تعالیٰ اُس کے مرتبہ کو مزید بڑھانے اور اونچا کرنے کے لیے دنیا کے اندر آزمائش (بیماری، پریشانی وغیرہ) میں مبتلا کر دیتے ہیں تو یہ مصیبت درحقیقت مصیبت نہیں ہوتی، بلکہ ایک طرح کی نعمت ہوتی ہے جو نتیجۂ رفعِ درجات کا سبب بنتی ہے، انبیاء o کی تکالیف اور آزمائشیں اسی قبیل سے ہیں، ان کی مثال اُس محنت کی طرح ہے جو کسی نعمت کے حصول میں کرنی پڑتی ہے، جیسے شہد کے حصول میں بعض اوقات شہد کی مکھی کے ڈنک سہنے پڑتے ہیں، تو اس طرح کی پریشانیاں دراصل شہد کی مکھی کے اُن ڈنکوں کی طرح ہیں جو بالآخر شہد جیسی نعمت کے حصول پر منتج ہوتے ہیں۔

اس شبہ کا دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس نیک بندے سے بشری کمزوری کی بنا پر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ جو بڑے رحیم و کریم ہیں، اپنے خاص بندے کے اس گناہ کو دنیا ہی میں دھونے کے لیے

اُسے مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں، تاکہ وہ آخرت کی بڑی رُسوائی اور بڑے عذاب سے بچ جائے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ایک صورت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کا احاطہ انسان نہیں کر سکتا۔

ان دو جوابات کا حاصل یہ ہے کہ انسان پر آنے والی پریشانی دو قسم کی ہوتی ہے: ایک پریشانی وہ ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہوتا ہے، جو اخروی عذاب کی ایک جھلک ہوتی ہے۔ اصل دارالجزاء تو آخرت ہے، دنیا دارالعمل ہے، مگر کبھی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اخروی عذاب کا ایک ادنیٰ سا نمونہ دنیا میں بھی دکھا دیتا ہے، تاکہ انسان نافرمانی سے باز آجائے، جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔“ (السجدۃ:۲۱)

”اور ہم ضرور ان کو قریب کا چھوٹا عذاب چکھائیں گے بڑے عذاب سے پہلے، تاکہ وہ لوٹ آئیں۔“

اور پریشانی کی دوسری قسم وہ ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں ہوتی، بلکہ اس کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے جو رفع درجات یا گناہوں کے مٹنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اور یہ پریشانی اور تکلیف درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہوتی ہے کہ اس چھوٹی سے تکلیف کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے کمزور بندے کو آخرت کے بڑے عذاب سے بچا لیتے ہیں یا رفع درجات کی صورت میں آخرت کی بڑی نعمت عطا فرما دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک حدیث میں ہے کہ:

”أشد الناس بلاء الأنبياء ثم الأمثل فالأمثل۔“

”سب سے زیادہ آزمائش انبیاءo پر آتی ہے، پھر جو اُن کے جس قدر زیادہ مشابہ ہو۔“

یعنی انبیاء علیہم السلام پر زیادہ آزمائشیں آئیں اور پھر جس کا جس قدر اُن سے زیادہ تعلق ہوگا، زیادہ قرب ہوگا، زیادہ اتباع ہوگی، اس پر بھی آزمائشیں زیادہ آئیں گی، مگر خدانخواستہ انبیاء علیہم السلام پر آنے والی یہ تکالیف اور آزمائشیں کوئی سزا نہیں تھیں، بلکہ ان کے درجات کو مزید بلند کرنا مقصد تھا۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ وہ نافرمان لوگ جو مالدار ہیں، بظاہر خوش نظر آتے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مسلم ہے کہ مالداری ایک نعمت ہے اور خوشی اور آرام کا ظاہری سبب ہے، مگر ضروری نہیں کہ جو مالدار ہو، وہ خوشحال اور پرسکون بھی ہو، کیونکہ بعض لوگوں کے پاس بظاہر مال و دولت اور سامانِ عیش و عشرت تو ہوتا ہے، مگر ان کا دل قناعت و توکل سے خالی ہونے کی بنا پر ہر وقت دنیا کی مزید حرص، ترقی کی فکر، اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے، ذرا اُن سے پوچھ کر تو دیکھئے کہ وہ راحت و آرام کے سارے اسباب اپنے پاس رکھنے کے باوجود سکونِ دل کی دولت سے کتنے محروم ہیں؟ ہاں! اگر کوئی ایک آدھ فرد ایسا مل جائے جو نافرمان ہونے کے باوجود بھی خوش ہو تو وہ شاذ و نادر مثال ہوگی اور شاذ و نادر کا اعتبار نہیں ہوتا، حکم اکثریت پر لگتا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ نافرمانوں کی اکثریت پریشان ہی رہتی ہے۔ دراصل قلبی سکون اور حقیقی اطمینان مال سے حاصل ہونے والی چیز ہی نہیں

ہے، اس کا تعلّق اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کے ذکر سے ہے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: ''أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ''، یعنی ''خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ہوتا ہے''۔ مگر ہم میں سے اکثر لوگ چونکہ ذکر اللہ کی لذت سے بالکل کورے ہیں، اس لیے ہمیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا، دراصل ہم نے اس وادی میں قدم ہی نہیں رکھا، بقولِ شاعر:

ذوقِ ایں بادہ ندانی بخدا تانہ چشی

مذکورہ اعتراض کا یہ جواب بھی ہے کہ جو نافرمان بظاہر خوشحال ہیں، انہیں دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے، جو چندروزہ ہے، یہ چندروزہ خوشحالی لمبی پریشانی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ جس خوشحالی کا انجام چندروز کے بعد دائمی تباہی ہو، اسے خوشحالی کہنا کہاں زیبا ہے؟ جیسے چوہا زہر ملی ہوئی چیز کھا کر خوش ہوتا ہے، مگر اس میں اس کی تباہی پوشیدہ ہوتی ہے۔

اصل نکتہ کی بات یہ ہے کہ سکون وراحت کا تعلّق صرف جسم سے نہیں ہے، بلکہ جسم کے ساتھ ساتھ روح بھی ان کا تقاضہ کرتی ہے، مادی وسائل اور راحت وسکون کے ظاہری اسباب جسم کو تو آرام دے سکتے ہیں، مگر روح کو قرار اور دل کو سکون بخشنا اُن کے بس کی بات نہیں۔ روح کی تسکین اور اس کی غذا عبادت اور ذکر اللہ ہیں، کیونکہ انسان کی فطری خواہش ہے کہ وہ کسی لافانی ذات کی بندگی کرے، اس فطری خواہش کی تسکین مادہ پرست زندگی کے اسباب ووسائل سے پوری نہیں ہوسکتی، روح کی تسکین کے لیے روحانی اسباب (اعمال صالحہ جیسے ذکر اللہ اور عبادت وغیرہ) کا اختیار کرنا ضروری ہے۔

ایک بزرگ نے یہی بات کیا ہی خوب صورت انداز میں بیان فرمائی ہے کہ:

''یہ خدا ناآشنا زندگی کا لازمی خاصّہ ہے کہ اس کے شیدائی ایک انجانی سی بےقراری کا شکار رہتے ہیں، اس بےقراری کا ایک کرب انگیز پہلو یہ ہے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بےقرار کیوں ہیں؟ وہ ہمہ وقت اپنے دل میں ایک نامعلوم اضطرار اور پُراسرار کسک محسوس کرتے ہیں، لیکن یہ اضطراب کیوں ہے؟ کس لیے ہے؟ وہ نہیں جانتے''۔

خلاصہ یہ کہ ہم پر جو پریشانیاں اور مصیبتیں آتی ہیں، وہ ہمارے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہیں، لہٰذا پُرسکون اور پُراطمینان زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی گزشتہ کوتاہیوں پر نادم ہوکر اللہ تعالیٰ سے ان پر معافی مانگیں، فی الفور نافرمانی چھوڑ کر آئندہ اپنے اعمال کی اصلاح کریں۔

واللّٰہ الموفّق والمعین وبہ نستعین واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العالمین

تکبر

حبیب الرحمٰن بٹالوی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''بے شک اللہ تکبر کرنے والے اور بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا [النساء:۳۶]، تکبر کرنے والے کا برا ٹھکانہ ہے [النحل:۲۹]'' حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے۔ جو کوئی ان دونوں میں میرا مقابلہ کرے گا، میں اس کو جہنم میں پھینکوں گا''۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس آدمی کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا جنت میں نہیں جائے گا'' قارئین کرام! جو لوگ ''میں اور میرا'' ان دو لفظوں سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں دنیا کے مصائب بھی ان سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں اور دو طرح سے دیکھنے سے چیزیں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ ایک دور سے، دوسرے غرور سے، متکبر آدمی کا ادنیٰ نشان یہ ہے کہ غصہ ضبط نہ کر سکے ۔تکبر کا مطلب ہے اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھنا کہ میرے جیسا عقلمند اور کوئی نہیں۔ دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا انتہائی قبیح عادت ہے۔ مغرور آدمی دوسروں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ کھڑے ہو کر اس کا استقبال کریں۔ یا مجھے پہلے سلام کریں۔ بڑا آدمی اگر کوئی نصیحت کی بات کرے تو ناک بھی چڑھانا، توجہ ہی نہ دینا کہاں کی انسانیت ہے۔ جب آدمی میں خوئے تسلیم ہی نہیں ہوگی۔ غلطی کو غلطی ماننے کا حوصلہ ہی نہیں ہوگا تو غرور اور تکبر کے سبب ایسے آدمی پر دینی اور دنیاوی سعادتوں کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ درحقیقت مغرور آدمی، غرور میں اندھا ہو جاتا ہے حالانکہ اسے سوچنا چاہیے کہ اس کی اصلیت کیا ہے؟ اس کی ابتدا پانی کا ایک گندا قطرہ ہے۔ اور انتہا یہ کہ کیڑے مکوڑے اس کی لاش کو کھا جائیں گے۔ اور زندگی کی حالت یہ ہے کہ نجاست، غلاظت اور بول و براز سے اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ بیماریاں اس کے ساتھ ہیں۔ بھوک پیاس کا محتاج ہے۔ ذرا سی تکلیف سے بے کار ہو جاتا ہے۔ نفع حاصل کرنا چاہتا ہے، نقصان ہو جاتا ہے۔ کوئی عضو بے کار ہو جائے، ازالہ نہیں کر سکتا۔ دماغ کی دھاگے سے بھی باریک ایک رگ اگر اللہ تعالیٰ ہلا دے تو گلیوں، بازاروں میں ننگا پھرتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں پاگل ہے۔ ایسا ناچیز انسان جب خدائی لہجے میں بات کرتے ہوئے کہتا ہے اوئے کڑملی! اوئے ودو! کہاں مر گئے ہو؟ اور پھر جب وہ مغرور انسان اس کڑ ملی، ودو کے سر کا پٹکا (اس کی عزت) اتار کر اپنے جوتے صاف کرتے ہوئے کہتا ہے ''پرے دفع ہو'' تو اس وقت ایسے ذلیل اور ناکارہ انسان کو یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ آخر اسے بھی موت نے

ایک دن ڈھیر کر دینا ہے اور اسے بھی ایک دن اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنے اس برے عمل (غرور) کا جواب دینا ہے۔ اس دن اس کے ساتھ کیا گزرے گی؟

اور عزیزانِ محترم! جو لوگ غرور کے برعکس، دولت، عزت، شہرت، علم وعمل کا سرمایہ یا بہت بڑا عہدہ رکھنے کے باوجود، عجز وانکساری اختیار کرتے ہیں، دنیا میں بھی ان کی عزت کی جاتی ہے اور آخرت میں بھی وہ لوگ کامیاب وکامران ٹھہریں گے۔

ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نماز میں امام بنے اور سلام پھیر کر کہنے لگے کہ صاحبو! اپنے لیے کوئی اور امام تلاش کرلو، میں امامت کے لائق نہیں ہوں کیونکہ اس وقت میرے دل میں یہ بڑائی پیدا ہوئی کہ چونکہ میرے برابر ساری جماعت میں کوئی شخص نہ تھا اس لیے مجھے امام بنایا گیا۔

حضرت عطاء سلمی رحمتہ اللہ علیہ باوجود نہایت درجہ پرہیزگار اور عابد وزاہد ہونے کے جب کبھی تیز ہوا چلیتی یا بادل گرجتا تو یوں فرمایا کرتے کہ مجھ گنہگار اور بدنصیب کی وجہ سے یہاں کے لوگوں پر مصیبت نازل ہوتی ہے۔ پس اگر عطاء نہ رہے تو لوگوں کو ان مصیبتوں سے نجات مل جائے۔

میرے عزیزو! عاجزی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ عاجزی اور انکساری انسانی زندگی کے زیور ہیں۔ خوبصورتی کے ساتھ یہ امارت پر سجتے ہیں۔ اور تکبر کرنے والا شخص تواضع سے محروم رہتا ہے۔ وہ حسد اور غصے کو دور کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔ ہمیشہ بڑائی کے غرّہ میں مست رہتا ہے۔ اپنے آپ کو عقل کل سمجھتا ہے۔ اسی لیے وہ کسی بھی نصیحت سے بہرہ مند نہیں ہوتا۔ اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنے کی کوشش کرنا سب سے بڑی نادانی ہے۔

خود کو جو سمجھتا ہے دانا، وہ بڑا ناداں ہے — اس کی نادانی کی یہی بڑی پہچان ہے

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۴)

حافظ عبید اللہ

کیا قرآن کریم میں ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام'' کا ذکر نہیں؟

منکرینِ حدیث کی طرف سے عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے یہ بات اکثر پیش کی جاتی ہے کہ حدیث کے قبول کرنے کا معیار یہ ہے کہ اس میں بیان کردہ مضمون قرآن کریم میں بیان ہوا ہو، یعنی ان کے خیال میں حدیث الگ سے مستقل حجت نہیں ہے بلکہ اس کو قرآن پر پیش کیا جانا ضروری ہے لہذا ہر وہ حدیث جس میں بیان کردہ مضمون یا بات قرآن کریم میں بیان نہیں ہوئی تو وہ قابل قبول نہیں ہے۔

اگرچہ اس قانون کا غلط اور باطل ہونا ایک بدیہی امر ہے کیونکہ قرآن کریم میں اکثر احکام مجمل بیان ہوئے ہیں اور ان کی تفصیل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے، مثال کے طور پر قرآن کریم میں ''اقامۃ الصلوٰۃ'' یعنی نماز قائم کرنے کا حکم تو ہے لیکن رکعات نماز کا کہیں ذکر نہیں، یہ تفصیل ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ہی ملتی ہے، لہٰذا اگر کوئی کہے کہ میں تو اپنی مرضی سے نماز پڑھوں گا، میری مرضی کہ میں کس نماز کی کتنی رکعتیں پڑھوں یا یوں کہے کہ نماز تو صرف دعا کا نام ہے یا رکوع سجدے والی نماز کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں، میں ان احادیث کو نہیں مانتا جن کے اندر نماز کا طریقہ اور رکعات کی تعداد مذکور ہے کیونکہ اگر یہ اتنی اہم چیز ہوتی تو قرآن ضرور تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر کرتا تو اس کا استدلال باطل ہے (یہ استدلال بہت سے منکرین حدیث نے کیا بھی ہے)، اسی طرح اور بھی بہت سے چیزیں ہیں جن کی تفصیل ہمیں صرف احادیث سے حاصل ہوتی ہے، نیز ائمہ حدیث نے بھی ایسا کوئی اصول نہیں بیان کیا، لیکن اسی من گھڑت اصول کو بنیاد بناتے ہوئے جناب تمنا عمادی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ اگر نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنا ضروری ہوتا تو قرآن کریم میں اس کا ضرور ذکر ہوتا، ملاحظہ فرمائیں:

''جو لوگ قرآن مجید کو کامل و مکمل سمجھتے ہیں اور مـا فرطنا فی الکتاب من شیء پر ایمان رکھتے ہیں ان کو ان تنقیدات کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ ان کے لئے تو ان ساری حدیثوں کے غلط ہونے کی صرف یہی ایک زبردست دلیل کافی ہے کہ نزولِ عیسیٰ بن مریم کا کوئی ذکر قرآن مبین میں نہیں ہے اس لئے نزولِ مسیح کا عقیدہ ہی باطل ہے اور یہ ساری حدیثیں یقیناً جھوٹی ہیں''۔ (انتظارِ مہدی و مسیح، صفحہ 309)

تمنا عمادی صاحب کی یہ دلیل بظاہر بڑی دلکش معلوم ہوتی ہے بلاشبہ قرآن کریم میں انسانوں کی ہدایت کے

لئے تمام مطلوبہ معلومات موجود ہیں اور یہ بنیادی اصول شرعیہ پر مشتمل ہے، مگر قرآن کریم میں یہ آیت بھی ہے:

﴿وَ اَنزَلنَا اِلَیکَ الذِّکرَ لِتُبَیِّنَ لِلنّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیھِم وَلَعَلَّھُم یَتَفَکَّرُونَ (النحل: 44)﴾ ''اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر اس لئے اتارا ہے کہ آپ لوگوں کے لیے اس چیز کی وضاحت کردیں جو ان کی طرف اتاری گئی ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' اس طرح قرآن نے خود ہی بیان فرمادیا کہ اس کی وضاحت کا واحد ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، لہٰذا اگر ﴿ما فرطنا فی الکتاب من شیء﴾ کا یہ مطلب لیا جائے کہ قرآن میں تمام اصول وفروع کی تفصیل موجود ہے اور دین کے ہر حکم کی جملہ تفصیلات اور جزئیات قرآن کریم میں بیان ہوچکی ہیں تو اس مفہوم کا غلط ہونا باطل ہے، ورنہ مثلاً (جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا) قرآن کریم میں تو کھائی جانے والی جو چیزیں حرام دی گئی ہیں ان کے اندر صرف مُردار، بہنے والا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جانے والے جانور جیسی چند چیزوں کا ذکر ہے، تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ گیدڑ، کُتے، لومڑ، چیل، گدھ، اُلو وغیرہ سب حلال ہیں؟ اور دلیل یہ دی جائے کہ ان کے حرام ہونے کا ذکر قرآن میں نہیں اور وہ احادیث قابل قبول نہیں جن کے اندر کسی ایسی چیز کے حرام ہونے کا ذکر ہو جس کی حرمت کا ذکر قرآن میں نہیں۔ تو یقیناً یہ موقف درست نہیں، دین اسلام کی جزئیات کی تفصیل کے لیے حدیثِ نبوی اور عملی تعبیر کے لیے اسوہ حسنہ کی ضرورت باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی، اسی لئے تکمیلِ دین کے لیے احادیث کا ہونا ضروری ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ امت کے بہت سے مفسرین کے نزدیک جن کے اندر جلیل القدر صحابہ کرامؓ بھی شامل ہیں قرآن کریم میں ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام'' کا ذکر موجود ہے، چند حوالے پیش خدمت ہیں:

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاِن مِن اَھلِ الکِتابِ اِلَّا لَیُؤمِنَنَّ بِهٖ قَبلَ مَوتِهٖ وَیَومَ القِیَامَةِ یَکُونُ عَلَیھِم شَھِیداً (سورۃ النساء: 159)﴾ ''اور اہل کتاب میں سے سب کے سب اس (مسیح علیہ السلام) پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لائیں گے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہی دیں گے''۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

''قال خُروجُ عیسیٰ ابن مریم صلوات الله علیه'' یعنی اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خروج کا بیان ہے (کہ جب آپ نازل ہوں گے تو اس وقت کے تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے، آپ کی بات مانیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ''المستدرک للحاکم'' میں اس سند کے ساتھ موجود ہے: (ابوعبدالله محمد بن یعقوب الحافظ حدثنا علی بن الحسین بن ابی عیسیٰ حدثنا عبدالله بن الولید حدثنا سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ا بن عباس رضی الله عنهما) اور امام حاکم

رحمتہ اللہ علیہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا ہے ''ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین '' کہ یہ حدیث امام بخاری وسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ نیز امام ذہبی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ''تلخیص المستدرک'' میں اس حدیث کو امام بخاری وامام مسلم کی شرط کے مطابق لکھا ہے۔

(المستدرک للحاکم: حدیث نمبر 3207، ج2 ص338، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

نیز صحیح بخاری کی کتاب ''احادیث الانبیاء'' میں موجود ''باب نزول عیسیٰ بن مریم'' کی پہلی حدیث (جس پر تمنا عمادی صاحب نے اپنے مفروضوں کی مدد سے سب سے پہلے تنقید لکھی ہے، اور جس کا تفصیل کے ساتھ رد آگے آئے گا) اس میں صاف طور پر بیان ہے کہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سورۃ النساء کی اسی آیت سے ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام'' پر استدلال فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری، باب نزول عیسیٰ بن مریم: حدیث نمبر 3448)

حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت ابو مالک رحمتہ اللہ علیہ سے بھی یہی تفسیر نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ قتادہ رحمتہ اللہ علیہ، عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بن اسلم اور دوسرے لوگوں کا بھی یہی قول ہے۔ اگرچہ اس آیت کی تفسیر میں دو دوسرے اقوال بھی منقول ہیں لیکن پہلی تفسیر دو جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے اس لئے وزنی ہے، اسی لئے حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے امام ان جریر طبری رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد کہ ان تمام اقوال میں سے پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اہل کتاب کا کوئی فرد ایسا نہ رہے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے آپ پر ایمان نہ لے آئے، پھر لکھا ہے: ''**لا شک أن ھذا الذی قالہ ابن جریر رحمہ اللہ ھو الصحیح لأنہ المقصود من سیاق الآي**......'' بلاشک ابن جریر کی یہی بات صحیح ہے کیونکہ ان آیات کے سیاق سے یہی مقصود ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، ج2 ص454، دارطیبہ، السعودیۃ)

واضح رہے کہ آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کے نزول کے بعد ایمان لانے کا بیان ہورہا ہے کہ اُس وقت جتنے بھی اہل کتاب زندہ موجود رہیں گے وہ آپ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے جیسا کہ امام ابن جریر طبری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابو مالکؒ سے وضاحت کے ساتھ نقل بھی فرمادیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنَّہٗ لَعِلمٌ للسَّاعَۃِ فَلَا تمتَرُنَّ بِھَا (سورۃ الزخرف:٦١)﴾

''اور البتہ وہ قیامت کی ایک نشانی ہے، پس اس نشانی میں شک نہ کرو''۔

امام ابن ابی شیبہ رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 235ھ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کرتے ہیں:

''حدّثنا مُعاوِيَةَ ، قال حدَّثَنا عَمّار بنُ رُزَيقٍ ، عن منصورٍ ، عن مُجاهِدٍ عن ابن عباسٍ ، وإنّه لَعِلمٌ للسَّاعةِ ، قال : خُروجُ عيسىٰ ابن مريم عليه السلام''۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ: اس نشانی سے مراد ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خروج۔

(المصنف لابن ابی شیبۃ، حدیث نمبر 32472، ج10 ص433، الفاروق الحدیثۃ، القاہرۃ)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 405ھ) نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر نقل کی ہے اور اس روایت کو ''صحیح الاسناد'' لکھا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص المستدرک میں ان سے اتفاق کیا ہے اور اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔(المستدرک للحاکم، حدیث نمبر 3675، ج2 ص486، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ، ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ، عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ، حسن، قتادہ رحمۃ اللہ علیہ، ضحّاک رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے لوگوں سے یہی مروی ہے کہ ''اِنَّـــہ'' کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہی لوٹتی ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خروج قیامت کی نشانی اور علامت ہے، نیز لکھتے ہیں کہ اس آیت کی ایک دوسری قرأت بھی ہے جس میں ''لَعِلمٌ'' کے بجائے ''لَعَلَمٌ'' ہے جس سے اس تفسیر کی تائید ہوتی ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ ''وقد تواترت الأحاديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه أخبَرَ بنزُولِ عيسىٰ ابن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة ......'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول متواتر احادیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے قبل نازل ہونے کی خبر دی ہے۔

(ملخصاً: تفسیر ابن کثیر، ج7 ص236، دار طیبہ، السعودیۃ)

اس کے علاوہ اور آیات بھی ہیں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے اور قیامت سے پہلے نازل ہونے کا اشارہ ملتا ہے، ہم طوالت کے خوف سے صرف انہی دو آیات پر اکتفا کرتے ہیں، لہٰذا یہ کہنا کہ قرآن کریم میں ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام'' کا کوئی اشارہ نہیں صرف ایک غلط فہمی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہ کی تفاسیر و اقوال آپ نے ملاحظہ فرما لیے، نیز اگر بالفرض قرآن میں اس کا بیان نہ بھی ہوتا تو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول صحیح احادیث سے تواتر کے ساتھ یہ بات ثابت ہے اس لئے نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرنا اس شخص کے لئے ممکن نہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی بات کو دل و جان سے قبول کرتا ہے۔

جرح وتعدیل کے بارے میں چند بنیادی باتیں

کچھ لوگ حدیث کی صحیح ترین کتب میں منقول کسی ایسی حدیث کو جس کے صحیح ہونے پر علماء حدیث کا اتفاق ہوتا ہے جھوٹی ثابت کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں مذکور راویوں کے بارے میں جرح وتعدیل کی کتابوں میں ڈھونڈتے ہیں کہ کسی راوی کے بارے میں کوئی ایسی بات مل جائے جسے لے کر اس راوی پر اعتراض بنایا جاسکتا

ہواور پھراپنی طرف سے اس پر حاشیہ آرائی کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ چونکہ یہ راوی نا قابل اعتبار ہے لہٰذا یہ حدیث ''موضوع اور مکذوب'' ہے، اوراسی راوی کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے وہ اقوال ذکر نہیں کیے جاتے جن سے اس کا ثقہ اور قابل اعتبار ہونا ثابت ہوتا ہے، یہی طریقہ واردات جناب تمنا عمادی صاحب کا بھی ہے، ان کو اور کوئی بات نہ ملے تو کبھی راوی کے عجمی (غیر عربی) ہونے کو بنیاد بنا کر اس پر صفحے سیاہ کردیتے ہیں کہ ''منافقین عجم'' نے یہ جھوٹی حدیث بنائی ہے، اور اگر پھر بھی کام نہ چلے تو بڑے دھڑلے سے کسی تابعی بلکہ صحابی کے بارے میں یہ لکھنے سے بھی نہیں کتراتے کہ یہ تو ایک فرضی شخصیت ہے جو کہ جھوٹی حدیث کو سچی بنانے کے لئے ''گھڑی'' گئی ہے (جس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے) ایک ایسی شخصیت کو جس کی جلالت اور اتقان پر تمام محدثین اور جلیل القدر ائمہ کا اتفاق ہوا سے مشکوک اور نا قابل اعتبار ثابت کرنا عمادی صاحب کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے (جس کی ایک مثال جلیل القدر تابعی امام ابن شہاب زہری رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ عمادی صاحب کا ''عناد'' ہے جن کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے **تقریب التهذیب** میں صاف طور پر لکھا ہے: **الفقيه الحافظ متفق على جلالته و اتقانه و ثبته** کہ ان کی جلالت شان اور اتقان پر سب کا اتفاق ہے)۔

ایک بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ اصول حدیث میں مشہور قاعدہ ہے کہ **الجرحُ مُقَدَّمٌ على التعدِيلِ** ''جرح تعدیل پر مقدم ہے'' تو پھر جس راوی پر جرح موجود ہو تو اس کی روایت کیسے قابل قبول ہوسکتی ہے اگرچہ دوسرے ائمہ نے اس کی تعدیل ہی کیوں نہ کی ہو؟۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے لیکن یہ قاعدہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ جرح اس وقت تعدیل پر مقدم ہوگی جب وہ مفسَّر ہو، چنانچہ امام نووی صحیح مسلم کے بعض راویوں پر ضعف کا حکم لگانے والوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''**لِاَنَّ ذٰلِکَ فِيمَا اِذَا کَانَ الجَرحُ ثَابِتاً مُفَسَّرُ السَّبَبِ وَاِلَّا فَلا يُقبَلُ الجَرحُ اِذَا لَم يَکُن کَذَا**'' ۔ (یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے) کیونکہ یہ تو اس وقت ہے جب جرح ثابت اور مفسر ہو، ورنہ تو جرح قبول ہی نہیں ہوگی۔ جب تک وہ ثابت اور مفسر نہ ہو۔ (شرح مسلم للنووی، ج1 ص25 طبع مصر)

تاج الدین سبکی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 771ھ) لکھتے ہیں:

''محدثین کے قاعدے جرح، تعدیل پر مقدم ہے کو مطلق سمجھ لینے سے مکمل طور پر احتیاط برتنی چاہیے کیونکہ درست بات یہ ہے کہ جس شخص کی امام وعدالت ثابت ہو، اس کی مدح کرنے والے زیادہ اور جرح کرنے والے نادر ہوں اور وہاں یہ قرینہ بھی موجود ہو کہ مذہبی تعصب وغیرہ اس جرح کا سبب ہے تو پھر اس صورت میں جرح کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا...... اگر ہم اس قاعدے کا مطلق طور پر اطلاق کردیں تو پھر کوئی بھی امام نہیں بچتا کیونکہ کوئی بھی امام نہیں جس کے متعلق طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو'' ۔ (ملخصاً: طبقات الشافعية الكبرىٰ، ج2 ص9، داراحیاء الکتب العربیۃ)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ کسی راوی کے متعلق صرف کلام اور جرح کی وجہ سے فی الفور فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ اس راوی کی وجہ سے یہ روایت ضعیف یا موضوع ہے اور یہ قانون بھی مطلق طور پر نافذ العمل نہیں کہ جرح تعدیل پر

مقدم ہے۔ نیز کبھی کسی حدیث کی سند ضعیف ہوتی ہے لیکن راوی پر جھوٹ یا وضع (احادیث گھڑنے) کی تہمت نہیں ہوتی بلکہ ضعف کا کوئی خفیف سبب ہوتا ہے تو اس صورت میں کثرتِ اسانید میں سے بعض دوسری اسناد حدیث کو تقویت پہنچاتی ہیں جس کی وجہ سے حدیث صحیح لغیرہ یا حسن لغیرہ ہو کر قابل عمل بن جاتی ہے۔

ابو ابراہیم محمد بن اسماعیل امیر صنعانی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 1182ھ) لکھتے ہیں:

''وَهذه القَاعِدَةُ لَو اُخِذَت کُلِّیَّۃً لَم یَبقَ لَنا عَدلٌ اِلّا الرُّسُل فاِنّه مَا سَلِمَ فاضِلٌ مِن طَاعِنٍ، مِن ذٰلِکَ لَا مِـن الـخُلَفاءِ الرَّاشِدِینض وَلَا اَحَدٌ من اَئِمَّةِ الدِّین'' اگر اس قاعدے کو مطلق طور پر لے لیا جائے تو پھر صرف رسول ہی باقی رہ جاتے ہیں جن پر کوئی جرح نہ ہو کیونکہ کوئی فاضل شخص طعن کرنے والے کے نشتر سے نہیں بچ سکا۔ یہاں تک کہ خلفائے راشدین میں سے کوئی بچا نہ ائمہ دین میں سے۔

(إرشاد النقاد الیٰ تیسیر الاجتهاد، ص 15 ضمن مجموعة الرسائل المنیریة ج1)

مولانا عبدالحی لکھنویؒ (متوفی 1304ھ) لکھتے ہیں:

''قَـد زَلَّ قَـدَمُ کَثِیـرٍ مِّـنَ الـعُـلَـمَاءِ عَصرِنَا بِمَا تُحَقِّقَ عِندَ المُحَدِّثِینَ اَنَّ الجَرحَ مُقَدَّمٌ عَلَی التَّعـدِیـلِ لِغَـفلَتِهم عَنِ التَّقیِیدِ والتَّفصِیلِ تَوَهُّماً مِّنهُم اَنَّ الجَرحَ مُطلَقاً اَیُّ جَرحٍ کَانَ مِن اَیِّ جَارِحٍ کَـانَ ، فِـی شـأنِ اَیِّ راوٍ کَانَ مُقَدّمٌ عَلَی التَّعدِیلِ مُطلَقاً اَیِّ تَعدِیلٍ کَانَ ، مِن اَیِّ مُعَدِّلٍ کَانَ ، فِی شَأنِ اَیِّ رَاوٍ کَـانَ ، ولَیسَ الأمرُ کَمَا ظَنُّوا ، بَلِ المَسأَلَةُ . أي تَقَدُّمُ الجَرحِ عَلَی التَّعدِیلِ. مُقَیَّدَةٌ بِاَن یَّکُونَ الجَرحُ مُفَسَّراً ، فَاِنَّ الجَرحَ المُبهَمَ غَیرُ مَقبُولٍ مُطلَقاً عَلی المَذهَبِ الصَّحِیحِ، فَلا یُمکِن اَن یُّعَارِضَ التَّعدِیلَ واِن کَانَ مُبهماً''.

ہمارے بہت سے علماء اس بارے میں لغزش کا شکار ہو گئے کہ ''جرح تعدیل پر مقدم ہے''۔ انہوں نے ایسا اس لیے کہا کہ وہ معاملے میں لگائی گئی چند قیود اور تقیید و تفصیل سے غافل رہے اور انہیں وہم ہوا کہ جرح کیسی بھی ہو، جرح کرنے والا کوئی بھی ہو اور جرح کسی بھی راوی کے بارے میں ہو وہ ہر صورت میں مطلق طور ہر تعدیل سے مقدم ہے چاہے تعدیل کرنے والا کوئی بھی ہو۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے، بلکہ (درست بات یہ ہے کہ) صرف وہ جرح جو مفسّر ہو تعدیل پر مقدم ہے لہٰذا صحیح مذہب کے مطابق مبہم جرح، تعدیل کے مقابلے میں ہرگز قابل قبول نہیں، چاہے تعدیل مبہم ہی کیوں نہ ہو۔

(الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل، ص117، دارالبشائر، بیروت)

(جاری ہے)

سیرت وسوانح امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ سلام اللہ ورضوانہ علیہ

جمعۃ المبارک، ۲۳ ر رجب ۱۳۹۸ھ / ۳۰ ر جون ۱۹۷۸ء، وہاڑی (قسط نمبر ۴)

خطاب: مولانا سید ابومعاویہ ابوذر حسنی بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہ بنت حُیَیّ بنِ اخطب سلام اللہ ورضوانہٗ علیہا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہلیہ...... جو غزوۂ خیبر سات ہجری کے محرم میں قید ہوئیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، سیدہ صفیہ بنت حُیَیّ بن اخطب اُن کا باپ کافر یہودی، اُن کا پہلا خاوند یہودی، اُن کا دوسرا خاوند یہودی۔ سارا خاندان یہودی، نسل بنی اسرائیل کی، اولاد ہارون علیہ السلام کی، سارا خاندان ویسے ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے اندر اُن کو قیدی بنایا۔ دیکھیے اب کیسے حیلہ بنتا ہے؟ جنگ میں وہ قیدی بنیں، باندی بنیں، ایک صحابی کے حصہ میں آ گئیں۔ مدینہ کو واپسی ہوئی راستے میں باندیاں تقسیم ہوئیں۔ تقسیم کرنا ہی نکاح ہوتا ہے، باندی کا نکاح یوں نہیں ہوتا کہ محفل بنے، یہ دولہا والے ہیں، یہ دلہن والے ہیں۔ نہیں نہیں۔ باندی کو امام، خلیفۃ المسلمین، حاکم وقت، یا جس علاقہ میں جس کمانڈر کے ہاتھوں سے علاقہ فتح ہوا ہو، وہ کمانڈر جب بادشاہ کا نائب ہو کر کسی کو باندی دے دیتا ہے تو یہی باندی کا نکاح ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی باندیاں تقسیم کیں، اُن باندیوں میں وہ بی بی جو تھیں صفیہ بنت حُیَیّ بن اخطب، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ''دِحیَہ بن خلیفہ کلبی'' کے حصہ میں آ گئیں۔ اب جو دیکھا صحابہ نے کہ خاندانی عورت، نوجوان، حسینہ، جمیلہ، چلی گئیں دِحیَہ کلبی کے پاس۔ پتا نہیں کس صحابی کے دل میں آئی۔ عرض کیا یا رسول اللہ! فرمایا: کیا بات ہے؟ ''کہ یہ لڑکی تو آپ کے قابل تھی، (یہودی بنی قریظہ و بنی نضیر اور اہلِ خیبر کے سردار کی بیٹی ہے)۔ فرمایا: میں تو تقسیم کر چکا ہوں! دیکھا نبی کو آپ نے؟ خاندانی لڑکی ہے، حسین وجمیل ہے، سردار کی بیوی ہے، سردار کی بیٹی ہے، ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے، کیا دنیا کا کوئی سالار یا کمانڈر رہتا اس کی نگاہ سے کوئی حسین عورت چھوٹ سکتی تھی؟ وہ سب سے پہلے اپنی فوج کو حکم دیتا کہ تم جاؤ جہنم میں، میرے لیے یہ عورت چن کر لاؤ اور فوراً میرے گھر میں بھیجو۔ لیکن نبی نے فرمایا: ''نہیں''، عام روٹین ورک میں جو عورت جس کے حصہ میں، جس کی قسمت میں آئے۔ اُس کی بیوی بن کر جائے۔ ''نفس پرستی یا خواہشِ نفس'' کا کوئی نشان نبی کی زندگی میں نہیں۔ تو کہا: یا رسول اللہ! وہ تو پھر آپ کے قابل تھی۔ فرمایا: میں تو تقسیم کر چکا ہوں۔ کہنے لگے سجتی تو آپ ہی کے پاس ہے؟ تو حضرت دِحیَہ کلبی کو طلب فرمایا۔ چنانچہ انھوں نے اسی وقت صفیہ کو

لاکر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا کہ یا رسول اللہ! صفیہ آپ کے لیے حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا: بہت اچھا میں نے قبول کی تم جاؤ اور اس کی جگہ کوئی دوسری باندی لے لو۔ چنانچہ دحیہ نے صفیہ کے بدلہ میں دوسری باندی حاصل کر لی اور حضور نے قبول کرنے کے بعد وہیں پہ آزاد کیا۔ اب نبی کی بیوی بننا تھی نا؟ اب نبی کی بیوی کا تماشا دیکھے گی دنیا؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس وقت اُن کا پردہ نہیں تھا۔ وہ غلامی اور مجبوری کا وقت تھا۔ وہیں آزاد کیا اور پھر دورانِ سفر میں ہی باقاعدہ نکاح کے بعد اُن کو آزاد کر کے آزاد بیویوں میں شامل کیا، حرم میں شامل کیا۔ اُمّہات المؤمنین میں شامل کیا، اس کے بعد کوئی بتائے نا کہ مرتے دم تک کسی نے اُن کو دیکھا کبھی؟ کہنا مجھے یہ تھا کہ دیکھئے سارے یہودی کافر مر گئے۔ اس کا باپ لڑ کر مرا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں، شوہر مر گیا، پہلا شوہر بھی مر چکا تھا، دوسرا سامنے قتل ہوا، سلّام بن مشکم، کِنانہ ابن ابی الحقیق، سب کے سب سامنے مرے، کلمہ نہیں پڑھا اور جس کی قسمت میں تھا، اللہ تعالیٰ اُس کو کیسے نکال کر کے لایا۔ ہارون کی اولاد میں ہے۔ یہودی کی بیٹی ہے، ایک یہودی کی بیوی ہے، پھر دوسرے یہودی کی بیوی ہے، پھر وہ قیدی ہوتی ہے، پھر وہ ایک صحابی کے پاس جاتی ہے، پھر وہ اس سے محفوظ ہے، پھر نبی کے پاس آتی ہے، پھر آزاد ہوتی ہے، پھر اس کا پردہ ہوتا ہے۔ پھر وہ نبی کی بیویوں میں شامل ہوتی ہے پھر وہ حرم میں شامل ہو کر اُمّہات المؤمنین میں ہے اور اب وہ مسلمانوں کی ماں ہے۔ اللہ کی تقدیر میں تھا کہ یہ عورت، یہ مسلمان بنے گی، پھر کیسے وہ یہودی رہ سکتی تھی؟ اللہ تعالیٰ کا علم جو ہے، وہ سب سے زیادہ ہے، سب سے زیادہ وزنی ہے، محیط ہے، جامع ہے۔ اس میں کوئی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی۔ انھوں نے یہ فرمایا:

'' اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی '' (الحُجرات، آیت: ۳)

نبی علیہ السلام کے جتنے بھی ساتھی ہیں، میں اُن کے دلوں کو جانچ چکا ہوں کہ اُن میں کفر نہیں ہے، منافقت نہیں ہے، دھوکا نہیں ہے۔ اس سے قانون نکل آیا۔ یاد رکھنا، کوئی کتاب والا، کوئی رائٹر، کوئی آتھر (Auther)، کوئی پروفیسر، کوئی لیکچرر بکتا ہے تو بکے، ہمیں کوئی پروا نہیں، اللہ کے مقابلہ میں ہر چیز ہیچ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہر چیز ہیچ ہے۔ اللہ نے فرما دیا کہ میں نے جانچا ہوا ہے کہ یہ پکا مؤمن ہے، جتنا بھی ٹولا ہے اگر چودہ سو برس کے بعد کوئی شخص بکواس کرتا ہے کہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں فلا کا ایمان تھوڑا تھا، تو پوچھو اُس سے تیرے باپ کے پاس ترازو رکھا تھا اللہ نے؟ تیرے باپ کے گھر میں کوئی نیا کانٹا لگوا دیا تھا روحانی، جس میں لوگوں کے ایمان تُلتے تھے؟ اللہ کو معلوم تھا کہ تیرے باپ کو زیادہ معلوم تھا؟ تیرا اپنا ایمان باقی نہیں ہے، ہمیں تو اللہ کے ہاں یہ لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ تو صحابہ کے ایمان کو تولتا ہے کھڑے ہو کر۔ اللہ نے اپنے عدل کے ترازو میں تول دیا کہ اُن کے دلوں کو میں نے جانچا ہوا ہے، اُن کا کفر کا پلڑا خالی ہے، منافقت کا پلڑا خالی ہے اور ایمان کا پلڑا وزنی ہے۔ اُن کے دل میں نہ کفر ہے، نہ شرک ہے، نہ منافقت ہے، نہ ریا ہے، نہ دھوکہ، یہ پکے اور سچے مسلمان ہیں۔ سوائے ایمان کے ان کے دلوں میں اور کچھ نہیں۔ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ

عَظِیْمٌ (الحجرات، آیت: ۳) ان کے لیے پیشگی اعلان کرتا ہوں کہ یہ بخشے ہوئے ہیں اور ان کو بہت بڑا اجر دوں گا جو کسی کو نہیں ملے گا۔ تو صحابہ کے بارے میں یہ عقیدہ یاد رکھیں۔

اب آپ مجھے ایک بات بتائیں جب بنوتمیم کے بدو جو اسلام کی الف با بھی نہیں جانتے تھے، اللہ کا اُن کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ یہ بخشے بخشائے ہیں۔ جب اُن کے متعلق یہ اعلان ہے کہ میں نے اُنھیں پیشگی بخش دیا ہے اور اُن کے لیے بڑا عظیم رزق میں نے رکھا ہے، ان کے دلوں کو میں نے جانچ لیا ہے، ان کے متعلق یہ فیصلہ ہے تو جن کو چن کر مکہ سے مدینہ خود لائے، جن کو پیغمبر نے خود اللہ کی اجازت سے معافیاں دیں، اُن کے لیے بیت المال سے وظائف اور حصص مقرر کیے۔ اور جب مدینہ آئے، آتے ہی حضور کا پرائیویٹ اور پرسنل سیکرٹری بنوا دیا، اُن کے ہاتھوں سے وحی لکھوانا شروع کر دی، اُن کے متعلق اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) سوئے ہوئے ہیں کہ پتا نہیں مسلمان ہیں کہ نہیں؟ دیہاتوں کے بدوؤں کے متعلق تو اللہ کو معلوم ہے جو پتا نہیں پھر آئے یا نہیں آئے اور آئے تو کون سی صف میں بیٹھتے ہوں گے؟ انھوں نے کوئی کارنامہ انجام دیا کہ نہیں دیا؟ پھر آئے یا نہیں آئے؟ کسی جنگ میں اُن کا نام آیا کہ نہیں آیا؟ ہمیں پتا ہی نہیں اور جن کا ڈنکا بج رہا ہے، معاویہ بن ابی سفیان، یزید بن ابی سفیان، ابوسفیان بن حرب، ہند بنتِ عتبہ جن کے ڈنکے بجے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار بھی ہیں۔ ابوسفیان رشتے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں، معاویہ رشتے میں بھتیجے ہیں، ان کے بڑے سوتیلے بھائی جن کے نام پر یزید بن معاویہ کا نام ہے، یزید بن ابی سفیان وہ صحابیِ رسول ہیں، کاتبِ وحی ہیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ بی بی ہند جو اپنی عورتوں کے لشکر کو لے کر وہ غزوۂ اُحد میں کہہ رہی تھیں: نَحْنُ بَنَاتُ الطَّارِقِ، ہم تو ستاروں کی بیٹیاں ہیں، زمین پر رہنے والی نہیں ہیں۔ گیت یا رَجز گایا۔ نَحْنُ بَنَاتُ الطَّارِقِ نَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِقِ. ہمیں یہ نہ سمجھنا کہ مکے کے ریگستان میں پیدا ہوئی ہیں، ہم نے بھی بادشاہوں کے گھرانے دیکھے ہیں۔ ہمارے پاؤں کے نیچے ریشمی غالیچے روندے جاتے ہیں۔ ہمیں پروا نہیں ہے دنیا کے مال و دولت کی۔ اِنْ تُقْبِلُوْا نُعَانِقِ اَوْ تَدْبِرُوْا نُفَارِقِ، اگر تو تم کامیاب ہو کر سامنے آؤ گے تو ہم تمھیں گلے لگائیں گی اور اگر تم نے پیٹھ دکھائی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر سے مار کھا گئے تو قیامت تک کے لیے تم سے طلاقیں لے کر ہم گھروں کو چلی جائیں گی، یہ وہ بی بی ہند ہیں جو اُحد میں یہ کہتی تھیں اور جب کلمہ پڑھ لیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور کے اندر غزوۂ یرموک میں کھڑے ہو کر فرماتی تھیں۔ مسلمانو! اَیُّھَا الْاِخْوان! اَیَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ...... یہ جو سامنے کھڑے ہیں نا، ان کے جسموں کے ٹکڑے اڑا دو، ان کو باقی نہ چھوڑنا، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں، یہ اللہ کے دشمن ہیں، یہ تمھارے دین کے دشمن ہیں۔ اللہ کے علم اور تقدیر میں تھا کہ ہند اُحد کے موقع تک کافر رہے گی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ سلوک کرے گی فتح مکہ کے موقع پر وہ مسلمان ہوگی اور پھر اسلام کی خدمت یوں کرے گی۔ ساس ماں ہوتی ہے کہ نہیں، جس طرح اپنی

ماں سے نکاح حرام ہے، اسی طرح ساس بھی حرام ہے۔ جس طرح ایک لڑکی کا اپنے باپ سے نکاح حرام ہے، اسی طرح بہو کا اپنے سسر سے نکاح حرام ہے۔ اب دو گنا چوگنا احترام ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ دار ہیں اس لیے بھی احترام ہے۔ کافر ہوتیں تو بھی شخصی احترام ہوتا۔ اب مسلمان ہیں تو دگنا احترام ہے۔ پھر صحابیہ ہوئیں تو تگنا احترام ہے، پھر جہاد کیا تو چوگنا احترام ہے۔ اللہ کے علم میں تھا کہ آخر ان کا انجام اسلام پر ہوگا یہ کافر نہیں رہیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہمیں ایک اصول اور ضابطہ بتا دیا کہ جو لوگ بھی نبی کے ساتھ شامل ہو گئے، جن کو نبی نے منافق نہیں کہا وہ سوچے مومن اور مغفرت یافتہ ہیں۔ آپ کے دل میں یہ بات آسکتی ہے کہ یہاں نام تو نہیں بتایا، دیکھیں جو شبہ ہو بڑے سے بڑا، وہ آپ لے آئیں۔ میں اُس شبہ کو ان شاء اللہ تعالیٰ دلیل سے دور کروں گا بفضلہٖ تعالیٰ۔ کوئی چیز نہیں یہ سب شیطان کے ڈھکوسلے ہیں۔

تیسرا شبہ درمیان میں سے ابلیس آ کر کہے گا کان میں کہ جناب یہ تو درست ہے لیکن یہاں بھی تو نام نہیں لیا گیا کہ جس طبقہ کا بھی کوئی آدمی ہوگا وہ سارا ہی مسلمان ہوگا۔ یہاں تو ایک ضابطہ دے دیا گیا۔ لیجیے اس کا جواب وہ آیت ہے جو میں نے شروع میں پڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ معاویہ کے گھرانے کے بارے میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔ سورت ممتحنہ اٹھائیسویں پارے کی آیت ہے جو میں نے تلاوت کی۔ تمام دنیا کے علماء کا اتفاق ہے کہ ابوسفیان اور مکہ کے دوسرے اہم کفار کے گھرانوں کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کا پس منظر ہے، آپ یاد رکھیں، فتحِ مکہ کے موقع پر بی بی ہند جب کلمہ پڑھنے لگیں تو اس کے متعلق یہ روایت ہے:

وَ رَوَی الْبَیْھَقِیُّ مِنْ طَرِیْقِ یَحْیٰی بْنِ بُکَیْرٍ عَنِ اللَّیْثِ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ(رضی اللّٰہُ عَنھَا) اَنَّ ھِنداً بِنْتَ عُتْبَۃَ قَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا کَانَ مِمَّا عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ أَخْبَاءٌ أَوْ خِبَاءٌ(الشَّکُ مِنْ أَبِیْ بَکرٍ) أَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ أَنْ یَّذِلُّوْا مِنْ أَھْلِ أَخْبَائِکَ أَوْ خِبَائِکَ ثُمَّ مَا أَصْبَحَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ أَھْلُ أَخباءٍ أَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ أَنْ أَوْ خِبَاءٍ یَّعِزُّوْا مِنْ أَھْلِ أَخْبَائِکَ أَوْ خِبَائِکَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ أَیْضاً وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ أَبَا سُفْیَانَ رَجُلٌ شَحِیْحٌ فَھَلْ عَلَیَّ حَرَجٌ أَنْ أَطْعَمَ مِنَ الَّذِیْ لَہٗ قَالَ لَا بِالْمَعْرُوْفِ. وَ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ عَنْ یَحْیَی بْنِ بُکَیْرٍ بِنَحْوِہٖ وَ تَقَدَّمَ مَا یَتَعَلَّقُ بِأَسلامِ أَبِیْ سُفْیَانَ.

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، ص:۳۱۹، ج:۴، مکتبہ المعارف، بیروت، مکتبہ النصر، الریاض الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶ء)

ترجمہ: ''امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن بُکیر کے طریق سے روایت کی ہے۔ وہ لیث سے وہ یونس سے وہ ابن شہاب زُہری سے وہ عروہ بن زبیر سے وہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، سیدہ فرماتی ہیں کہ تحقیق ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے (فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے کے بعد نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں) عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! روئے زمین پر جتنے بھی خیمہ نشین (خاندان) آباد ہیں اُن میں سے آپ کے گھرانے والوں سے زیادہ مجھے کسی اور کے متعلق یہ بات پسند نہ تھی کہ وہ دنیا میں ''ذلیل و پامال'' ہو کے رہ جائیں، لیکن پھر (اسلام لانے اور آپ کو نبی و رسول مان لینے کے بعد) آج روئے زمین پر بسنے والوں سے زیادہ مجھے کسی اور کے متعلق یہ بات پسند نہیں رہی کہ وہ ہمیشہ کے لیے بلند اور باعزت ہو کر کے جیئیں۔ تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''ہاں اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے یقیناً تمھارے گھرانے والوں کے متعلق بھی میری یہی خواہش اور دعا ہے کہ وہ بلند و باعزت ہو کر جیتے رہیں۔ ہند نے پھر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (میرا شوہر) ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ اگر میں اس کے مال میں سے (بلا اجازت) کچھ لے کر کھا پی لیا کروں تو کیا مجھ پر کوئی (شرعی) تنگی اور پابندی تو نہیں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''نہیں! بلا استحقاق نہیں۔ بلکہ اجازت کے ساتھ بہتر طریقہ سے لے لیا کرو۔''

کہنے لگیں ''یا رسول اللہ! آپ وہ شخص ہیں کہ جب میں آپ کو پہلے دیکھتی تھی...... یہ لفظ ہیں...... ''تو میرا جی چاہتا تھا کہ آپ اور آپ کی آل اولاد (اتنی ذلیل ہو) معاذ اللہ کہ دنیا قیامت تک اُسے یاد رکھے۔'' کھل کر کہا۔ معاذ اللہ۔ حوصلہ سے سننے کی بات ہے کہ آپ کو دیکھ کر میرا دل چاہتا تھا کہ آپ (معاذ اللہ) نقل کفر کفر نہ باشد، کفر کے دور کا کلمہ ہے۔ آپ اور آپ کی آل اولاد۔ یہ لفظ لکھا ہے۔ ذلیل ہو اور ساری کائنات میں اُس سے بڑھ کر اور کوئی ذلیل نہ ہو لیکن آج آپ کے اثر کی وجہ سے میں کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اتنا آپ کو معزز کر دے، آپ کی آل اولاد کو کہ دنیا اُس کو دیکھے اور اس کے تصور میں نہ آئے اتنی آپ کی اور آپ کی آل اولاد کی عزت ہو۔ تو پتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے کیا فرمایا؟ لوگ سمجھتے نہیں کہ ہم کیوں چیخ رہے ہیں؟ فرمایا: نَعَمْ أَيْضاً لَكُمْ ، ہاں خدا کی قسم! تمھارے متعلق بھی میرا یہی نظریہ ہے کہ تم بھی پھر دنیا میں اتنے معزز ہو جاؤ کہ دنیا دیکھتی رہ جائے، تمھاری عزت کو پھر کوئی مٹا نہ سکے۔ تو فرمایا نَعَمْ أَيْضاً بِأَنْفُسِكُمْ، تمھارے وجود کے متعلق اور تمھارے خاندان کے متعلق میرا بھی یہی نظریہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کی عزت چاہتے ہوں، ہم چند لپاٹیے، گن میلیے، ذاکر چھاکر، گپوڑ باز، بکواسی کھپیوں کی وجہ سے یہ کہہ دیں کہ اُن کی عزت نہ کریں، ایسی کی تیسی۔ ایسی بکواس کرنے والوں کی، دنیا اُلٹ جائے، ہم اُن کا نام عزت سے لینے پر مجبور ہیں۔ پیغمبر جن کے متعلق یہ تمنا کر کے جائیں کہ اُن کی عزت ہو دنیا میں، کوئی اُن کو ذلیل کر سکتا ہے؟ دیکھ لو اُن کو جتنی گالیاں مل رہی ہیں اللہ کے فضل سے ہر دور میں اُن کا نام لینے والے ہمارے جیسے گنہ گار پیدا ہوتے رہیں گے۔ یہ ہے اس کا پس منظر۔ یہ واقعہ حدیث کا تھا، قرآن کا تو

نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن میں سند عطا فرمائی۔ مہر لگا دی تا کہ یہ بات پختہ ہو جائے۔ صرف حدیث کی یا جنگ کے دور کی بات نہ رہے، آیت آگئی۔

عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْھُمْ مَوَدَّۃً وَاللّٰہُ قَدِیْرٌ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْم. (ممتحنہ: ۷، پ: ۲۸)

یہ معاملہ بہت نزدیک آ لگا ہے کہ اللہ تمھارے اور اُن لوگوں کے درمیان جن سے تم دشمنی کرتے رہے ہو، دلی محبت ڈال دیں۔ اور اللہ ہر چیز پر قابو یافتہ ہیں اور اللہ بہت پردہ پوش اور بڑے مہربان ہیں۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیو! یاد رکھنا۔ بڑی جلدی وہ زمانہ نزدیک آ رہا ہے فتحِ مکہ کے بعد، کہ تم لوگ اور وہ خاندان، وہ ابوسفیان، وہ یزید بن ابی سفیان، وہ ہند بنت عتبہ، وہ معاویہ بن ابی سفیان، وہ جویریہ بنت ابی سفیان، وہ سارا جن کے اور تمھارے درمیان کھلی بغاوت اور دشمنی تھی، اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ عنقریب تمھاری ان سے ایسی محبت کر دے گا کہ دنیا دیکھے گی۔ عَسَی اللّٰہُ ، بڑا نزدیک ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ معاملہ کریں۔ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْھُمْ مَوَدَّۃً ، کہ تمھارے اور اُن لوگوں کے درمیان جو کافروں میں سے تمھارے دشمن تھے فتحِ مکہ کے چند گھنٹوں کے بعد تمھارے درمیان ایسی دوستی اور محبت، دل کی محبت پیدا کر دے گا کہ دنیا دیکھے گی اور اب تم حیران ہو گے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ تم کو اللہ کے متعلق کوئی شک ہے کہ اس کی قدرت میں کوئی کمی ہے؟ وَاللّٰہُ قَدِیْرٌ ، میں اللہ ہوں اور میں کہتا ہوں کہ اس دشمنی کو ختم کر کے دوستی پیدا کروں گا، وہ ابوسفیان جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل نہیں دیکھ سکتا تھا، تم دیکھو گے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر قربان ہوگا اور وہ ہند جو ساس بھی ہے، رشتہ دار بھی ہے، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں میں آ کر بیٹھے گی اور وہ یزید اور معاویہ جو بھاگتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے اسلام کا ہمارے ماں باپ کو پتا چل گیا تو کہیں ہمیں قتل نہ کر دیں، یہ رسول کے غلام بنیں گے۔ یہ سارا خاندان مسلمان ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔

سیدہ اُمّ معاویہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کے قبولِ اسلام اوراس کی قوت و پختگی کے لیے فتحِ مکہ کے دوران عجیب اور انقلاب انگیز اسباب ومحرکات

اس سلسلہ میں حدیث وسیرت اور تاریخ کے دفاتر جو حقیقت بیان کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام مجدد مأتہِ عاشرہ، علامہ ابن حَجر ہَیْتَمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں سنیے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

اِذْ مِنْ جُمْلَۃِ الحَامِلِ لَھَا عَلَیْہِ اَنَّ مَکَّۃَ لَمَّا فُتِحَتْ دَخَلَتِ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ لَیْلاً فَرَأَتِ الصَّحَابَۃَ قَدْ مَلَؤُوْہُ وَ اَنَّھُمْ عَلٰی غَایَۃٍ مِّنَ الاجتِھَادِ فِی الصَّلٰوۃِ وَ قِرَآءَ ۃِ الْقُرْاٰنِ وَالطَّوَافِ وَالذِّکْرِ وَ غَیْرَ ذالِکَ مِنَ العِبَادَاتِ فَقَالَتْ وَ لِلّٰہِ مَا رَأَیْتُ اللّٰہَ عُبِدَ حَقَّ عِبَادَتِہٖ فِیْ ھٰذَآ

الْـمَسْـجِـدِ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَاللّٰهِ اِنْ بَاتُوْا اِلَّا مُصَلِّيْنَ قِيَاماً وَّ رُكُوْعاً وَّ سُجُوْداً فَاطْمَأَنَّتْ اِلَى الاِسْلَامِ لٰكِـنَّهَا خَشِيَتْ اِنْ جَاءَ تْ اِلَى النَّبِيِّ صلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَنْ يُّوَبِّخَهَا عَلٰى مَا فَعَلَتْهُ مِـنَ الْـمُثْـلَةِ الْـقَبِيْـحَةِ بِعَمِّهٖ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَاءَ تْ اِلَيْهِ مَعَ رَجُلٍ مِّنْ قَوْمِهَا فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ مِنَ الرَّحْبِ والسَّعَةِ وَ العَفْوِ والصَّفْحِ مَا لَمْ يَخْطُرْ بِبَالِهَا. (تطهير الجنان، ص: ۹)

ترجمہ: ''سیدنا حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور علیہ السلام سے اُن کی غیوبت میں روزینہ اور وظیفہ حاصل کرنے کی خصوصی اجازت حاصل کرنے کا واقعہ سیدہ اُمّ معاویہ ''ہند'' بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کے اسلام کی پختگی پر دلیل اور گواہ ہے۔ کیونکہ سیدہ ہند کو اسلام پر آمادہ کرنے کے مختلف اسباب ومحرکات میں سے یہ خاص واقعہ بھی ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا۔ تو ہندرات کے وقت مسجدِ حرام میں داخل ہوئیں۔ تو انھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس حال میں دیکھا کہ اُن کے لشکر نے مسجدِ حرام (صحن کعبہ) کو (اپنی خلاف توقع تعداد) سے بھر رکھا ہے اور یہ دیکھا کہ وہ انتہائی توجہ اور اور جدوجہد کے ساتھ نماز اور تلاوتِ قرآن کریم اور طواف کعبہ اور ذکرِ الٰہی جیسی مختلف عبادات میں مشغول ہیں۔ تو (صحابہ کی اللہ کی ذات میں فنائیت ومحویت دیکھ کر) بولیں، اللہ کی قسم! میں نے اس مسجد میں آج کی رات سے پہلے کبھی نہیں دیکھا کہ اللہ کی عبادت کا اس طرح حق ادا کیا گیا ہو، اللہ کی قسم! اصحاب رسول نے ساری رات نمازیں پڑھتے ہوئے، قیام اور رکوع اور سجود کے سوا اور کسی کام میں نہیں گزاری۔ سو (اس عجیب اور انقلاب انگیز مشاہدہ کے بعد) ہند اسلام کی طرف سے بالکل مطمئن ہوگئیں۔ لیکن وہ اس بات سے ڈر رہی تھی کہ اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں تو آپ ہند کو اپنے چچا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم مبارک کا ناک کان ہونٹ کاٹ کر اور کلیجہ نکال کر چبانے وغیرہ کی صورت میں بدترین مُثلہ کرنے اور حلیہ بگاڑنے کے ناقابلِ بیان وبرداشت عمل کی بنا پر سخت ڈانٹ ڈپٹ اور زجر وقہر کریں گے۔ چنانچہ ہند (اسی خیال، تذبذب اور خوف کی حالت میں ہی اُمیدِ عفو وکرم لیے ہوئے) اپنے خاندان کے ایک آدمی کے ہمراہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ کی بارگاہ میں ایسی پذیرائی وحوصلہ مندی اور درگزر کا وہ نظارہ دیکھا جس کا تصور بھی اُن کے دل میں کبھی نہیں گزرا تھا۔

ظہر کے وقت صفا کی چوٹی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور کعبہ کی زیارت کر رہے تھے۔ عمر ابن خطاب حفاظت کے لیے تلوار پاس لے کر بیٹھے تھے، فتحِ مکہ کے دن۔ تو دیکھا کہ بی بی ہند آرہی ہیں۔ فرمایا کہ کون آرہا ہے؟ عرض کیا کہ ہند بنت عتبہ یارسول اللہ۔ یہ ہند آرہی ہے۔

سیدہ ہند کا قبولِ اسلام:

کہنے لگے یہ کیسے آرہی ہے؟ یہاں اس کا کیا کام؟ جانتے تو تھے کہ یہ کون ہے؟ ساس بھی ہے۔ تو فرمایا: یارسول

اللہ! میں ابھی پوچھتا ہوں۔ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے کہ کیسے آ رہی ہو؟ اس نے کہا کلمہ پڑھنے کے لیے آ رہی ہوں۔ وہ ہند جس کا غرور نہیں ٹوٹتا تھا۔ اب اللہ کا حکم پورا ہونے لگا۔ کہنے لگے کلمہ پڑھنے کے لیے آ رہی ہو؟ کہنے لگیں، بالکل! کلمہ پڑھنے کے لیے آ رہی ہوں، عاجز ہوگئی ہوں، ہر طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین نے مجھے عاجز کر دیا۔ کہیں بھی تو میرے خدا میرے کام نہیں آئے، یہ فقرہ ہے آگے، وہ سننے کے قابل ہے۔ وہ ہوا کیا تھا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت اور معجزہ ہے۔ وہ بھی آپ کو بتادوں، صفا کی چوٹی پر آنے سے پہلے رات کو چکر لگایا کعبہ کے صحن کا جائزہ لیا، صحابہ کا لشکر تھا۔ کیمپ لگے ہوئے تھے دور تک دس ہزار صحابہ کے لیے اور کعبہ کے کوٹھے کے اندر جس طرف گئی ہیں کوئی پڑھ رہا ہے، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ کوئی پڑھ رہا ہے، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ الاُمِّيِ وَ اَزْوَاجِهٖ کوئی پڑھ رہا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ تمام صحابہ اپنے ذکر واشغال میں مشغول، کوئی سجدہ میں ہے، کوئی رکوع میں ہے، کوئی قرآن کی تلاوت کر رہا ہے، مبہوت ہوگئیں کہ کیا یہ میری قوم ہے؟ یہ وہی قوم ہے جو بیٹیوں سے عشق کرتی تھی، جو بھتیجیوں کے ساتھ غزلیں گاتی تھی، جو شرابیں پی کر للکارتے تھے، بڑکیں مارتے تھے، ننگے طواف کرتے تھے، یہ وہ قوم ہے، اس میں انقلاب کیسے ہوگیا؟ یہ کس نے اس کو دیوانہ بنا دیا؟ پاگل ہوگئیں بی بی ہند، ساری رات یہ پرنور منظر دیکھ کے حضور علیہ السلام کے دست حق پرست پر کفر سے توبہ کی، بیعت کر کے صبح کو جب گھر میں گئیں تو خود بیان کرتی ہیں بی بی ہند کہ اپنے ہاتھوں سے بنایا ہوا جو بت تھا ہتھوڑا لیا اور مارا اُس کے سر پر اور کہنے لگیں: كُنَّا مِنْكَ فِيْ غُرُوْرٍ، تیرا بیڑا غرق، تم نے ہمیں دھوکے میں رکھا۔ اگر تو سچا ہوتا تو آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کا قبضہ کیسے ہوگیا مکہ پر؟ کیا کیا باتیں سناؤں۔ كُنَّا مِنْكَ فِيْ غُرُوْرٍ، ہم تو تیری وجہ سے دھوکے میں رہے۔ میرا شوہر، میرا باپ سب کہتے تھے کہ یہ کام آئیں گے۔ تو نے کام آنا ہوتا تو آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قبضہ کیسے ہوگیا مکہ پر؟ سچا تو پھر وہ ہے جس کو ہم نے نکال دیا اور ہم کہتے تھے کہ وہ پھر یہاں گھس نہیں سکے گا۔ آج ہم اُس کے رحم وکرم پر ہیں۔ پہلے توبہ کی نیت کی، پھر صفا کی چوٹی پر آئیں۔ کہنے لگیں یارسول اللہ! اسلام کے لیے آئی ہوں۔ فرمایا: اچھا اسلام کے لیے آئی ہو، کہنے لگیں: ''بیعت کرلیں'' فرمایا: کہ میں نے تو آج تک کسی غیر محرم کو ہاتھ نہیں لگایا۔ حالانکہ ساس ہے، لیکن پیغمبر علیہ السلام کی زندگی کا اس سے آپ اندازہ کریں، فرمانے لگے کہ میں عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا کرتا۔ تو لکھا ہے سیرت اور تاریخ کی بعض کتابوں میں ایک بہت بڑا پیالہ تھا۔ كَانَ قَدَحٌ كَبِيْرٌ۔ وہ پانی سے بھرا ہوا رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میری طرف سے بیعت لو۔ الفاظ کہلاتے جاؤ۔ میں تصدیق کرتا جاؤں گا۔

(جاری ہے)

نعت

حکیم سرو سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ

وہ کون سی منزل تھی، کل رات جہاں میں تھا
ہر چیز ہی بسمل تھی، کل رات جہاں میں تھا

کس شان کی محفل تھی، کل رات جہاں میں تھا
کونین کا حاصل تھی، کل رات جہاں میں تھا

ذروں کی جبینوں پر تاروں کا گماں گزرا
ہر شے مہ کامل تھی، کل رات جہاں میں تھا

اک دید حیراں تھا، ہر عضوِ بدن اپنا
کیا چیز مقابل تھی، کل رات جہاں میں تھا

خود دل کا دھڑکنا بھی جب دل پہ گراں گزرے
وہ کیفیتِ دل تھی، کل رات جہاں میں تھا

آنکھوں سے کہا جائے، آنکھوں سے سنا جائے
وہ صورتِ محفل تھی، کل رات جہاں میں تھا

الفاظ معانی سے محروم نظر آئے
ہاں بات بھی مشکل تھی، کل رات جہاں میں تھا

دریائے محبت کی طغیانی کا کیا کہنا
ہر موج ہی ساحل تھی، کل رات جہاں میں تھا

ہر نقشِ کفِ پا پر سجدوں کا مزا آیا
عرفان کی منزل تھی، کل رات جہاں میں تھا

اس آئینہ خانے میں ہر ایک ادا ان کی
آپ اپنے پہ مائل تھی، کل رات جہاں میں تھا

اس کیفِ حضوری میں، اس عالم نوری میں
ہر شے مجھے حاصل تھی، کل رات جہاں میں تھا

(مطبوعہ: ماہنامہ ''فیض الاسلام''، راولپنڈی)

ماہانہ مجلس ذکرو اصلاحی بیان
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
25 اگست 2016ء
جمعرات بعد نماز مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکرو اصلاحی بیان ہوتا ہے
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

بیادِ امیرِ شریعت

پروفیسر خالد شبیر احمد

درسِ جنوں وہ دے جو رشکِ قمر گیا
دو دن کی زندگی میں وہ کیا کیا نہ کر گیا

بجلی تھی رعد تھی کہ کرن آفتاب کی
ہر موئے تن کو میرے جو روشن سا کر گیا

آیا تو شوق میرا بھی لطف آشنا ہوا
وہ کیا گیا کہ دل کو ہی پتھر سا کر گیا

قبضہ ہے اس کا آج بھی میرے شعور پر
کیا خوب تھا وہ شخص کہ دل میں اتر گیا

میں معترف ہوں آج بھی اس کی ہی ذات کا
جس کا جنون و عشق میں ذکر اوج پر گیا

اس کے خلوص و مہر میں کیا خوب تھی کشش
ہر ایک دل میں اپنا بنا کر وہ گھر گیا

یہ بھی ہے اس کی نظرِ کرم کا ہی سلسلہ
عزم و جنوں کا ولولہ جو دل میں بھر گیا

ہے اس سے میرا واسطہ اک لازوال سا
جس کا پیام لے کے میں ہر اک نگر گیا

قدموں پہ جس کے سرنگوں تھا قادیانی کفر
جرأت سے اپنی ان کو وہ مرعوب کرگیا

''صَر صَر کی چوٹ کھا کے صبا ختم ہوگئی''
جھونکا تھا دلربا سا جو آیا گزر گیا

چشمِ فرنگ خیرہ ہوئی جس کے نور سے
اُس کا جنوں تھا رختِ سفر کام کر گیا

آیا تو ساری قوم تھی ظلمت میں غوطہ زن
لے کر وہی تو قوم کو سوئے سحر گیا

ہر لب پہ اس کے نغمے ہیں جو آج بھی سجے
پھر کیوں کہیں کہ رائیگاں اس کا سفر گیا؟

وہ شہپرِ شعور تھا وہ شوکتِ جنوں
کس اوج پہ اس شخص کا ذوق نظر گیا

اس جیسا کوئی دیکھا نہ بعد اس کے کوئی اور
قطرے کو موج، موج کو قلزم سا کر گیا

آنکھیں ہیں میری اب بھی جدائی میں اشکبار
مرقد پہ اُس کے جب گیا با چشمِ تر گیا

عشق و جنوں کے قافلے اس سمت چل پڑے
اس صف شکن کا تذکرہ خالدؔ جدھر گیا

قرآن سے محبت اور انگریز سے نفرت
ڈسٹرکٹ جیل میانوالی کا ایک گمشدہ صفحہ

حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ
انتخاب و ترتیب: نبیرۂ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ ثالث بخاری

میانوالی جیل کے مندرجہ ذیل واقعات پر مشتمل ایک مضمون حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے سب سے پہلے روزنامہ ’’آزاد‘‘ لاہور کے ’’قیدی نمبر‘‘ مؤرخہ ۱۶/ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ، مطابق ۴/ اگست ۱۹۴۷ء، صفحہ ۱۰/ میں شائع ہوا۔ جسے مدیر ’’آزاد‘‘ جناب آغا شورش کاشمیری مرحوم نے حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ کی مجلسی گفتگو کو تحریری شکل میں ڈھال کر شاملِ اشاعت کیا۔ بعد میں جانباز مرزا مرحوم نے اپنے ماہنامہ ’’تبصرہ‘‘ لاہور کے امیرِ شریعت نمبر (اگست، ستمبر ۱۹۶۲ء، صفحہ: ۴۶،۴۵) میں دوبارہ شائع کیا۔

پہلے واقعے میں امیر مینائی کی جس غزل کا مقطع مذکور ہے اس غزل کی مکمل دریابی کے لیے ہم اپنے عزیز ہمدم و مہربان جناب ڈاکٹر عبدالرازق کے شکرگزار ہیں کہ انھوں نے دیوانِ امیر مینائی سے اس غزل کو مکمل کر کے فراہم کیا۔ ان کے شکریہ کے ساتھ مکمل غزل قارئین کی نذر ہے۔

ترتیب کے ابہام کے باعث دوسرے واقعے کے بارے میں بعض مصنفین کو یہ واہمہ پیدا ہوا کہ وہ شاید ڈم ڈم جیل، کلکتہ کی اسارت (اکتوبر ۱۹۳۰ء تا اپریل ۱۹۳۱ء) سے متعلّق ہے۔ جبکہ ایسا درست نہیں یہ دوسرا واقعہ بھی میانوالی جیل کے زمانۂ قید (مارچ ۱۹۲۱ء تا اکتوبر ۱۹۲۳ء) میں ہی پیش آیا۔ حضرت ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ نے خود لسانِ امیرِ شریعت سے اس واقعے کو ایسے ہی سنا، اسی طرح بنتِ امیرِ شریعت سیدہ امِّ کفیل بخاری رحمہا اللہ نے اپنی شاہکار کتاب ’’سیدی وابی‘‘ میں بھی اس کو میانوالی جیل میں ہی پیش آمدہ بتایا ہے۔ (مدیر)

میں دنیا میں ایک چیز سے محبت کرتا ہوں اور وہ ہے قرآن، مجھے صرف ایک چیز سے نفرت ہے اور وہ ہے انگریز۔ میں سمجھتا ہوں کہ زندگی کے تجربوں اور مشاہدوں نے میرے ان دو جذبوں میں بلا کی شدت اور حرارت پیدا کر دی ہے۔ محبت اور نفرت کے یہ دو زاویے ایسے ہیں کہ جن دماغوں میں ان کا سودا ہو، اُن کے لیے پابہ زنجیر ہندوستان میں جیل خانہ زندگی کے سفر کا ایک ایسا موڑ ہے جہاں کبھی طلب کے خیال سے رکنا پڑتا ہے، کبھی فرض کی کشاکش لے آتی ہے، کبھی جستجوئے منزل کا تقاضا پہنچا دیتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اب جیل خانے کی ’’آبرو‘‘ پر بوالہوسوں نے پیش دستی شروع کی ہوئی ہے۔ ع

جو بادہ کش تھے پُرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں!

لیکن ۲۲ء کی تحریکِ خلافت کے زمانۂ قید پر غور کرتا ہوں تو نگاہوں میں ایک تصویر سی کھنچ جاتی ہے۔ میانوالی کی ڈسٹرکٹ

جیل، احباب کی ایک یادگار بزم......سب اہل ذوق، اہل نظر، اہل دل اور اہل علم جمع تھے۔ مولانا احمد سعید دہلوی حدیث پڑھایا کرتے۔ عبدالمجید سالک دربار اکبری کا سبق دیتے، مولوی لقاء اللہ کی نپی تلی باتیں گفتگو میں رس پیدا کرتیں۔ صوفی اقبال پانی پتی کے ''اشقلے'' خدا کی پناہ! مولوی عبداللہ چوڑی والے (دہلوی) کی ٹکسالی گالیاں تبرک کی طرح تقسیم ہوتیں اور آصف علی کھلتے تو پھولوں کے تختے بچھ جاتے۔ جی خوش کرنے کے لئے مشاعروں کا اہتمام ہوتا، شاعر طرحی اور غیر طرحی کلام سناتے، کبھی سالکؔ صدر ہوتا کبھی آصف اور کبھی: ''قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند!''

اختر علی خاں نے ایک دفعہ معرکے کی غزل سنائی، سب لوٹ پوٹ ہوگئے میرا ماتھا ٹھنکا، کچھ یاد سا آ گیا۔ میں نے اختر سے کہا میاں مقطع کہو، وہ کسی قدر جھینپا اور کہا کہ: ''ابھی ہوا نہیں'' میں نے کہا تو لو...... پھر مجھ سے سنو! مقطع تھا:

جو مے کشی سے ہو فرصت تو دو گھڑی کو چلو امیرؔ مسجد جامع میں آج امام نہیں

سب ششدر رہ گئے ارے امیرؔ مینائی کی غزل اُڑالی، سوالات کی ایک بوچھاڑ ہونے لگی، اختر علی خاں مقطع کے ساتھ ہی بزم سے غائب ہوگئے۔ دو دن روٹھے رہے، تیسرے دن بہ مشکل راضی کیا گیا۔ امیرؔ مینائی کا دیوان اُن کے تکیے تلے رکھا تھا، میں نے اُٹھایا تو غزل کا صفحہ ہی پھٹا ہوا تھا۔

جب طبیعت ذرا اور شگفتہ ہوتی تو اختر علی خان گھڑا بجاتے، صوفی اقبال مرحوم تالی پیٹتا، داؤد غزنوی حال کھیلتے، کبھی اختر گاتا، کبھی سالک، کبھی عاجز اور کبھی تینوں، وہ رنگ بندھتا کہ درودیوار جھومتے اور کائنات بھی جھک کر گوش برآواز ہوجاتی۔

اب کہاں لیکن وہ رنگا رنگ بزم آرائیاں یعنی سب نقش و نگارِ طاق نسیاں ہو گئیں

ہم میں سے کوئی رِہا ہوتا تو سب بچوں کی طرح روتے، بلکتے اور بادلِ نخواستہ الوداع کہتے۔ مولانا احمد سعید رہا ہونے لگے تو ان کی گھگی بندھ گئی۔ آنسوؤں کے تاروں سے نغمہ جدائی پھوٹ رہا تھا۔ اس قید کے علاوہ اور بھی کئی بار قید ہوئے لیکن وہ رنگ کبھی پیدا نہ ہوا۔

پنجاب کی تو تقریباً سب جیلیں دیکھی بھالی ہیں لیکن ۱۹۳۰ء میں ڈم ڈم جیل کلکتہ کی زیارت بھی ہوگئی۔ وہاں افسروں سے ایسی ٹھنی رہی کہ رہائی تک اکھاڑہ جما رہا۔ دوست زندانی مصائب سنانے میں لذت محسوس کرتے ہیں اور میں عیب۔ یہ اپنا اپنا زاویۂ نظر ہے، میں ان مصیبتوں کو رسوا کرنے کا عادی نہیں۔ میرے لیے جیل خانہ صرف نقل مکانی ہے۔ اپنے گرد وپیش باغ و بہار فراہم کر لیتا ہوں اور قید یوں گذر جاتی ہے جیسے صحراؤں سے بادل جب میں پہلی بار جیل خانے کی چاردیواری کے اندر داخل ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ سلطنت افرنگ بھی زلیخا زادیوں کے ہتھکنڈوں سے استوار ہوئی ہے۔ میرا ورد تھا، رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ۔ ''اے رب مجھے قید زیادہ پسند ہے اس بات سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں''

ایک شب جیل خانے میں سورۃ یوسف کی تلاوت کر رہا تھا۔ چودھویں رات کا چاند آسمان پر جگمگا رہا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ قراءت کی تاثیر میں ڈوب کر ٹھہر گیا۔ ایک گھنٹہ اسی تلاوت میں گزر گیا۔ اتنے میں پنڈت رام جی لال سپرنٹنڈنٹ جیل نے پیچھے سے پکارا۔ دیکھا تو وہ کھڑا ہے اور رُخسار اس کے آنسوؤں سے تر ہیں۔ کہنے لگا شاہ جی خدا کیلئے بس کرو میرا دل قابو سے باہر ہو گیا ہے۔ اب مجھ میں رونے کی سکت نہیں۔ اللہ اللہ یہ قرآن کی تلاوت کا اعجاز تھا۔

ایک دن گورنمنٹ آف انڈیا کا برطانوی نژاد ہوم ممبر معائنے کیلئے آن پہنچا۔ میں بیٹھا ہوا کوئی کتاب دیکھ رہا تھا مجھ سے مخاطب ہو کر بولا: ''کہیے شاہ جی آپ اچھے ہیں؟'' ۔ میں نے کہا: ''خدا کا شکر ہے''۔ دوبارہ پوچھا: ''کوئی سوال؟''

''میں صرف اللہ سے سوال کیا کرتا ہوں۔'' یہ میرا جواب تھا۔

''نہیں میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟''

''جی ہاں! آپ میرا ملک چھوڑ کر چلے جائیے''۔ وہ فوراً لوٹ گیا۔

اس واقعے کو ۲۵ برس گزر چکے ہیں اور ربع صدی کے بعد انگریز خود کہہ رہا ہے کہ وہ جا رہا ہے جب وہ یہاں رہنے پر مُصر تھا تو ہندوستان جیل خانہ تھا اب وہ جانے کا اعلان کر رہا ہے تو ہندوستان آتش کدہ ہے۔

کہ ہم نے انقلابِ چرخ گرداں یوں بھی دیکھے ہیں

میرے عقیدے میں اب بھی دو ہی چیزیں ہیں۔ ''قرآن کی محبت اور انگریز سے نفرت''

امیر مینائی کے مذکورہ بالا مقطع کی مکمل غزل یہ ہے۔ لیجیے اپنے شعری ذوق کے لطف کو دوبالا کیجیے:

فراق یار میں شب ہو کہ دن تمام نہیں — جو اس کی صبح نہیں ہے تو اس کی شام نہیں
ملی ہے دخترِ رز لڑ جھگڑ کے قاضی سے — جہاد کر کے جو عورت ملے حرام نہیں
وہ گالی دیتے ہیں شکوہ کرو تو کہتے ہیں — کسی کا ذکر نہیں ہے کسی کا نام نہیں
یہاں کمالِ تواضع وہاں کمالِ غرور — اِدھر ہیں سجدے پہ سجدے اُدھر سلام نہیں
گرہ سے کچھ نہیں جاتا ہے پی بھی لے زاہد — ملے جو مفت تو قاضی کو بھی حرام نہیں
فقیر گوشہ نشیں ہیں خدا کے درباری — کسی امیر کا مُجرا نہیں سلام نہیں
زمانے بھر میں پڑی ہے پکار حاتم کی — دیا ہے جس نے کہ حاتم کو اُس کا نام نہیں
کہا جو میں نے کہ رُخ سے کبھی نقاب اُلٹو — تو ہنس کے بولے کہ منظور قتلِ عام نہیں
یہ داغ کیوں ہے رخِ ماہتاب پر اے چرخ — جو میرے یار کا بھاگا ہوا غلام نہیں
کریم جان کے تجھ کو خطائیں کیں یارب — مرے گناہ سزاوارِ انتقام نہیں
جو مے کشی سے ہو فرصت تو دو گھڑی کو چلو — امیؔر مسجدِ جامع میں آج امام نہیں

میانوالی جیل کا ایک اور دلچسپ واقعہ

(بہ زبانِ امیر شریعت رحمہ اللہ بروایت ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری دام مجدہ)

پہلی قید کا اکثر حصہ میانوالی جیل میں گزرا، قید و بند کا یہ عرصہ جیل خانہ ہوتے ہوئے انتہائی خوشگوار بلکہ پُر بہار و یادگار گزرا۔ تمام اسیر آزادی پسند رہنما تھے۔ ادب شعر و سخن کے شناور، دلدادہ، سخن ساز، سخن فہم بھی تھے اور حسِ ظرافت سے مالا مال تھے۔ خوب محفلیں جمتیں۔ ملکی و قومی مسائل کے حل کیلئے حکمت و تدبر کے موتی بکھیرے جاتے۔ وہاں مشاعرے اور

شعر وسخن کی محفلیں بھی برپا ہوتیں۔ ایک مرتبہ میں نے ایک عالم دین (غالبًا حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کے وعظ کا واقعہ سنایا جس میں نام بگاڑنے اور چڑنے چڑانے کی مذمت پر بیان فرمایا گیا تھا۔ مولانا نے وعظ میں فرمایا کہ: ''نام بگاڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اس سے معاشرتی، سماجی رویوں میں کشیدگی پیدا ہوتی ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی نام بگاڑے یا کسی کو چڑائے تو اُسے چڑنا نہیں چاہیے''۔ مولانا کے اس وعظ ونصیحت پر مبنی بیان کے مجمع میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب جو غالباً تحصیلدار تھے اُنھوں نے تکرار کے ساتھ دو تین مرتبہ چڑنے، چڑانے کی اس نصیحت سے متعلق کہا کہ:۔ ''ہاں صاحب اگر کوئی کسی کو چڑاتا ہے تو بالکل نہیں چڑنا چاہیے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ کوئی کسی کو چڑائے اور وہ چڑ جائے، مولانا بالکل صحیح فرما رہے ہیں کہ نہیں چڑنا چاہیے۔'' تحصیل دار کے ساتھ ہی ایک منچلا بیٹھا تھا اس اندازِ تائید پر اُس کی رگِ ظرافت کے ساتھ ساتھ رگِ شرارت بھی پھڑک اُٹھی اُس نے بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا کہ بالکل قطعاً نہیں چڑنا چاہیے۔ اس منچلے آدمی نے وعظ کے اُسی مجمع میں تحصیلدار صاحب سے انتہائی سنجیدگی اور متانت سے پوچھا کہ: ''آپ کے ہاں شلجم کا اچار ہوگا؟'' تحصیلدار نے بڑے آرام سے جواب دیا: ''نہیں بھائی ہمارے ہاں شلجم کا اچار نہیں ہے۔'' دس منٹ کے بعد اُس منچلے نے پھر متانت سے بھرپور چہرے کے ساتھ اپنا وہی سوال دہرایا۔ تحصیلدار صاحب! میں نے عرض کیا تھا کہ آپ کے ہاں شلجم کا اچار ہے؟ اب تحصیلدار صاحب کچھ تھوڑی سی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے بولے: ''بھائی عجیب آدمی ہو ایک بار کہہ دیا کہ نہیں ہے تو دوبارہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔؟'' اب کے اس آدمی نے وقت کو کم کر کے پانچ منٹ کے بعد وہی سوال دہرایا۔ اب تحصیلدار بگڑ کر بولے کہ: ''عجیب بدتمیز آدمی ہو ایک بار دو بار کہا ہے۔ خاموش رہو اور وعظ سنو''۔ اب منچلا بھی سمجھ گیا کہ تیر نشانے پر بیٹھ گیا ہے۔ دو منٹ کے بعد اپنے سوال کے نتیجے میں پیدا ہونے والی یقینی صورتِ حال کے پیشِ نظر اپنے جوتے ہاتھ میں لیے۔ اُس نے اپنا وہی سوال پھر دہرایا کہ: ''تحصیلدار صاحب! آپ کے ہاں شلجم۔۔۔'' ابھی اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ تحصیلدار آپے سے باہر ہوگئے کہ عجیب بدتمیز وغیرہ وغیرہ جو منہ میں آیا کہہ ڈالا اور اسکی طرف مارنے کے لیے لپکے۔ وہ آدمی شلجم کا اچار، شلجم کا اچار کہتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا، وہ آگے آگے اور تحصیلدار صاحب پیچھے پیچھے۔ مجمع میں اچھا خاصا انتشار پیدا ہوا اور لوگ وعظ سننے کی بجائے اس تماشے کو دیکھ کر ہنستے مسکراتے رہے۔ وہ منچلا نوجوان تحصیلدار صاحب کے محلّہ اور مکان سے بھی واقف تھا۔ دوسرے دن علی الصبح وہ ان کے محلّہ میں پہنچا اور محلے کے بچوں کو کچھ پیسے دے کر بہلا پھسلا کر اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے گھروں سے کٹوریاں، کٹورے لاکر تحصیلدار کے گھر کے ساتھ کھڑے ہو جائیں اور جیسے ہی وہ گھر سے نکلیں تو سب بچے بیک آواز شلجم کے اچار کا نعرہ بلند کریں۔ اب جیسے ہی تحصیلدار صاحب سر پر کلے دار پگڑی اور بدن پر اچکن سجائے اور چمکتی جوتی کے ساتھ دروازے سے باہر نکلے تو بچوں نے بیک آواز شلجم کے اچار کا نعرہ بلند کیا۔ تحصیلدار صاحب بھنّا گئے، اُن کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں، کیا کہوں اور کیا نہ کہوں وہ بچوں کو گالیاں دیتے ہوئے واپس گھر گئے اور دروازے کو زور سے بند کر دیا اور اندر سے کنڈی لگا دی۔ پھر پورے علاقے میں شلجم کا اچار ان کی چڑ بن گئی۔ اس سے تنگ آ کر وہ مکان کے ساتھ ساتھ محلّہ بھی چھوڑ گئے۔

یہ واقعہ میں نے اپنے جیل کے ساتھیوں کو سنایا، سب نے سنا۔ یہ تھا چڑنے کا انجام۔ غالبًا دوسرا دن تھا میں جیل کی اپنی کوٹھڑی میں بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں مولانا داؤد غزنوی آئے اور شاہ جی کہہ کر مجھے بلایا، میں ان کی طرف متوجہ ہوا، انہوں نے شہادت کی انگلی پر انگوٹھا رکھتے ہوئے پوچھا: ''آپ کے پاس پِن ہوگی؟'' میں نے انتہائی آرام سے جواب دیا: ''نہیں مولانا! میرے پاس پن نہیں ہے'' وہ واپس چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اختر علی خان آئے اور انہوں نے بھی اُسی طرح مجھے بلا کر پوچھا: ''شاہ جی آپ کے پاس پِن ہوگی؟'' اِس پر میرا ماتھا ٹھنکا کہ کل کے سنائے ہوئے واقعہ کا مجھ پر تجربہ کیا جا رہا ہے۔ میں سمجھا ہو نہ ہو یہ شرارت عبدالمجید سالک کی ہے۔ اب یکے بعد دیگرے دو تین اور احباب آئے اور انہوں نے یہی سوال کیا، لیکن میں نے انہیں تلخی میں آئے بغیر استفہامیہ انداز میں جواب دیا: ''کہ نہیں میرے بھائی! میرے پاس پِن نہیں ہے۔'' اب میں انتظار میں تھا کہ سالکؔ آئے اور اُسے میں صحیح جواب دوں، کہ اتنے میں سالکؔ آ گیا اور اُس نے جیسے ہی سوال کیا کہ: ''شاہ جی آپ کے پاس پِن ہوگی؟'' تو میں کوٹھڑی سے باہر آ گیا اور سالکؔ کے ساتھ باقی احباب جو باہر کھڑے تھے سب کو مخاطب کر کے کہا: ''کیوں کیا بات ہے؟ کہ باری باری مجھ سے پِن مانگنے آتے ہو، کیا تم سب کے بچے اُدھڑ گئے ہیں؟''۔ اس پر سالکؔ کھسیانا سا ہو کر جیسے پیچھے ہٹا، تو باقی حضرات جو اِس انتظار میں تھے کہ میں مشتعل ہو کر باہر نکلوں اور وہ پِن پِن کا شور مچا کر مجھے چِڑانے کی سالکی سازش میں کامیاب ہو جائیں، ان سب نے با آوازِ بلند قہقہہ بلند کیا۔

یہ واقعہ ابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے میانوالی جیل کے حوالے سے کئی بار سنا۔ لیکن افسوس !! کہ سالک نے اپنی کتاب ''یارانِ کہن'' میں اس واقعہ کے آخری حصہ کو انتہائی نادرست انداز میں پیش کیا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر آغا شورش کاشمیری مرحوم نے بھی اپنی کتاب ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری'' میں اس واقعہ کو سالکؔ کی بیان کردہ مکذوبہ روایت پر ہی اعتماد کر کے شائع کیا اور اس واقعہ کی حقیقت جاننے کے لئے حضرت امیر شریعت سے رجوع نہیں کیا۔ عبدالمجید سالکؔ اپنی شخصیت میں ناپائیدار قسم کے آدمی تھے، حضرت امیرِ شریعت سے بھی تعلق خاطر تھا اور مرزائی نوازی کا معاملہ بھی کبھی مخفی کبھی ظاہر چلتا رہتا تھا۔ اپنی سوانح حیات میں خود لکھا کہ میرے والد احمدی تھے اور ان کے مرزا بشیر الدین محمود کے ساتھ خاص تعلقات تھے، وہ ہمارے گھر گرمی کے موسم میں لازمی طور پر اپنے باغات کے آموں کے ٹوکرے بھیجا کرتے تھے۔ شورش مرحوم چونکہ صحافی تھے اس لئے اُن کی کتاب ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری، سوانح وافکار'' تحقیق و تدوین کے بجائے ایک صحافیانہ تبصرہ کے درجے کی کتاب ہے۔ ورنہ جانا جاسکتا ہے کہ جو شخص پاکیزہ کردار، پاکیزہ زبان وکلام کا حامل ہو، جس کی زندگی کھلی کتاب ہو، دشمن بھی جس کو خراجِ تحسین دیے بغیر نہ رہ سکے، جس کی گفتگو سے پون صدی تک ہندوستان کے طول وعرض میں مختلف الخیال، مختلف رنگ ونسل و مذاہب، اقوام وملل کے لوگ دیوانہ وار متاثر ہوئے اور اُن کے انتقال کو پچپن برس گزر جانے کے باوجود آج بھی لوگوں کے دلوں کے ساتھ دھڑکتا زندہ جاوید ہے۔ اس کی زبان سے مغلظات؟ چہ معنی دارد۔

محمد ترکھان اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

محمد اکرم رانجھا

میں الیکشن کے روز ۱۱رمئی ۲۰۱۳ء سے چار پائی پر ہوں نہ صحت مند ہوں اور نہ ہی بیمار۔ سال کا کچھ حصہ گاؤں میں ہوتا ہوں اور کچھ منصورہ۔ لاہور میں مجھے سلیم بیٹے نے بتلایا کہ گاؤں میں محمد ترکھان اللہ کے حضور حاضر ہو گیا ہے۔ مجھے دھچکا لگا کیونکہ میں محمد ترکھان کو گاؤں بھر میں درجہ اوّل کا انسان سمجھتا تھا۔ گاؤں کے لوگ تین حیثیت کے ہوتے ہیں۔ ایک زمیندار اور صاحب اقتدار لوگ دوسرے کاشت کار، تیسرے دستکار اور کمین لوگ۔ محمد ترکھان تیسرے کیٹگری درجہ (یعنی) کمین لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس کے پاس اپنا دست و بازو ہی اس کا ذریعہ معاش تھا کلہاڑا اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ جس سے وہ روزی کماتا تھا اور بیشتر اوقات کلہاڑا مسجد کی دہلیز کے پاس زمین پر پڑا ہوتا اور نمازی محمد ترکھان اپنے اللہ کے حضور سربسجود ہوتا۔ ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ '' (القرآن) یعنی اللہ پاک کا فرمان ہے کہ ''سجدہ کر اور میرے قریب ہو جا'' والی بات اس پر صادق آتی تھی۔ سجدے میں پھیلے ہوئے ہاتھ اتنے گدلے اور بدنما ہوتے کہ خیال آتا کہ ایسے ہی بدنما اور گدلے ہاتھ ہوں گے اس مزدور صحابی رضی اللہ عنہ کے جن کو جناب سرور آب صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔

محمد ترکھان کے دو کام تھے محنت مزدوری کرنا یا پھر عبادت و ریاضت کرنا، تیسرا شوق محمد ترکھان کو یہ تھا کہ اس کی نرینہ اولاد قرآن پاک حفظ کر جائے اور اس کی بیٹیاں دست کار بن جائیں۔ اللہ کے حضور جانے سے قبل محمد ترکھان دو بیٹوں اور ایک پوتے کو حافظ قرآن بنا کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی اور انھیں اپنے گھر آباد کیا وہ قیامت کے روز میرا پڑوسی ہوگا۔ محمد ترکھان نے تین بیٹیوں کا گھر آباد کیا اور اس خوشخبری کا مصداق بنا۔ زندگی میں اس کی نماز کوئی قضا نہ تھی کوئی روزہ قضا نہ تھا۔ اسے موت سے پہلے حج نصیب ہوا اس کے دو بیٹے اور ایک پوتا حافظ قرآن تھا۔ تین بیٹیاں شادی شدہ اپنے گھر آباد تھیں۔ ان نمبروں کو اگر شمار کیا جائے تو یہ مخصوص نمبر کسی شخص کے گاؤں بھر میں نہ تھے۔ محمد ترکھان کو یہ مخصوص فوقیت بھی حاصل تھی کہ وہ مسجد کے گرد و نواح میں گھومتا پھرتا نظر آتا تھا۔ حالانکہ اس کا مٹی کا بنا ہوا کچا مکان گاؤں کے جانبِ شمال واقع تھا جبکہ مسجد جانبِ جنوب۔ دن بھر میں پانچ مرتبہ مرد درویش ان راہوں میں گھومتا نظر آتا تھا۔

محمد ترکھان کی زندگی کے تقریباً ۷۵ سال کا بیشتر حصہ مسجد کے جنوب اور مکان کے شمال میں چلتے گزر گیا۔ میں

جب نئی نویلی ٹیوٹا کار پر سوار ہو کر کنویں کے باغات دیکھنے جاتا تو محمد ترکھان مجھے ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے مل جاتا اور جب میں واپس گاؤں داخل ہوتا تو محمد ترکھان مجھے عصر کی نماز پڑھنے کے لیے آتا ہوا مل جاتا اور میں حیران رہ جاتا کہ یہ شخص ہمہ وقت مسجد کی راہوں میں ہے۔

محمد ترکھان کو گاؤں کے کاشت کار اور زمیندار کمین کہہ کر پکارتے تو میں کانپ اٹھتا کہ جس کا رزق حلال اور کفاف ہے جس کی کوئی نماز اور روزہ قضا نہیں جسے حج کی سعادت نصیب ہوئی اور جو نماز باجماعت کی خاطر مسجد کی گلیوں میں دھکے کھاتا پھرتا ہے۔ وہ تو کمین ہوا اور اسے کمین کہنے والے لوگ ساہوکار ہوئے جنھیں منکرات کے علاوہ کوئی کام نہیں۔ اس گاؤں میں ایسے بدنصیب بھی ہو گزرے ہیں جنھیں عمر بھر میں نے مسجد میں نہیں دیکھا۔ جنھیں حج نصیب نہیں ہوا۔ جن کا رزق مارے دھاڑے کا ہے جن کی اولاد نے قرآن حفظ نہیں کیا اور جنھیں طبعاً امرا کے پیچھے طبقہ غربا چلتا نظر نہیں آتا۔

یہاں اکثر غریب لوگ نمازی ہیں جن کے سرخیل محمد ترکھان، یوسف لوہار اور احمد مسلی جیسے لوگ ہیں اور طبقہ امراء کے سرخیل وہ لوگ ہیں جو ذیلدار سفید پوش اور نمبردار قسم کے اپنے اقتدار اور خوشحالی میں مست ہیں۔ عمرانی طور پر یا تو طبقہ امرا نیک اور خدا مست ہونا چاہیے یا پھر امیروں کی پیروی میں غربا کو ان جیسا ہونا چاہیے لیکن یہاں واضح طور پر تضاد موجود ہے۔

میں نے محمد ترکھان سے ایک مرتبہ پوچھا بھائی تم نے مسجد کا طواف کہاں سے سیکھا۔ اس نے کہا میرے بچپن میں نواحی گاؤں ''ریڑ کا بالا'' میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری سالانہ جلسہ کیا کرتے تھے اور میرا باپ ''صالحوں'' مجھے کان سے پکڑ کر اپنی گھوڑی پر بٹھا کر لے جایا کرتا تھا۔ میں نے دس گیارہ بار سید صاحب کے باطن خداوندی سے قرآن حکیم سنا تو میرے دل کی دنیا بدل گئی اور بچپن کے وہ نقوش ان مٹ شکل میں آج ۷۰ سال بعد بھی مٹائے نہیں مٹ سکتے۔ سید صاحب دنیا سے رخصت ہو گئے اور میں زمانہ حال سے انھیں آوازیں دیتا رہا۔

میں نے محمد ترکھان کو مزید کچھ کہنے کا عندیہ دیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ اس نے سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی معیت میں گزرے ہوئے لمحات کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

''میں شاہ صاحب مرحوم و مغفور کو بھلائے نہیں بھول سکا وہ میرے من کی دنیا کے بادشاہ تھے۔ علاقے میں گوندل بار اور کڑانہ بار کے ہیرو کوئی اور لوگ ہوں گے۔ میرے من کی دنیا کا سرتاج سید رحمۃ اللہ علیہ ہے وہ میرے لیے ایسا سامان چھوڑ گئے کہ میں گدا نہیں بادشاہ ہوں۔ میرے لیے حافظ اولاد اور افرادِ خاندان کا بہترین سرمایہ حیات ہیں۔ جب رات کے پچھلے پہر کوئل کوکتی ہے تو مجھے اپنے مالک اور خالق کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور میں کائنات کے والی پر درود و

سلام بھیجتا ہوں جس کو بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھلائے نہ بھول سکا''

محمد ترکھان اگر چہ چٹا ان پڑھ تھا اس کی پونجی فقط سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی محبت اور عقیدت اور ان کے زیرِ اثر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دیوانگی کی حد تک پیار اور محبت تھا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی محبت اسے اپنے مذہب سے بہت حد تک واقف کار بنا گئی تھی کہ وہ بہت سی عالمانہ باتیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے شہادت کی بات کی کہ راہ خدا میں جان قربان کرنا اسلام کی سب سے بڑی عبادت ہے تو اس نے معلومات اور علمی باتوں کا دریا بہا دیا۔ اس نے فلسفہ جہاد و شہادت پر عالمانہ روشنی ڈالی۔ وہ یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہادت کے بے حد متمنی ہوا کرتے تھے۔ وجہ اس شوق اور ولولہ کی یہ تھی کہ وہ ایمان لانے سے پہلے اپنی مرضی کی زندگی گزارتے رہے تھے۔ مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبل از اسلام سخت زندگی گزارتے رہے اور من مانی کرتے رہے۔ بعد از اسلام انھیں یہ احساس ہوا کہ سابقہ زندگی سے دامن چھڑانے کا امکانی ذریعہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جان قربان کر دی جائے۔ لہٰذا دعا کرتے ہیں کہ انھیں اللہ شہادت کی موت دے اور مدینہ طیبہ کی پرنور بستی میں شہادت کی موت دے۔ کیونکہ اس طرح ان کے لیے راہ نجات کا یقینی سامان ہوگا۔ اللہ نے دعا قبول کی انھیں شہادت کی موت مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نصیب ہوئی۔ اور تیسری خوش نصیبی یہ ملی کہ انھیں محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شہید کیا گیا۔ ترکھان نے اپنی بات کو پھر سے واضح کیا کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر کے بعد دیکھا کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ زار و قطار رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا گئے اور اٹھ کر صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس آ بیٹھے۔ آپ نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو اس نے جواب دیا کہ اس کے رونے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے قبل از اسلام معصوم بیٹی کو زندہ دفن کیا تھا اور اب بھی کبھی کبھار اس کے کانوں میں معصوم بچی کی چیخیں سنائی دیتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تسلی دی اور وہ آیتیں پڑھ کر سنائیں کہ توبہ کرنے اور ایمان لانے کے بعد اس کے سارے گناہ معاف ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی صحابہ رضی اللہ عنہم بخشش کا دار و مدار شہادت کی موت پر سمجھتے ہیں۔ محمد ترکھان نے اپنے نقطہ نظر کو مزید واضح کیا کہ جنگ احد کی رات ۴/ شوال تین ہجری کو دو صحابی رضی اللہ عنہما مدینہ کی حفاظت کے لیے پہرہ دے رہے تھے۔ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما تھے جو بدری صحابہ رضی اللہ عنہ تھے اور آپس میں گہرے دوست بھی تھے۔ دورانِ پہرہ انھوں نے گفتگو کی کہ ایک دعا مانگنے اور دوسرا آمین کہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ اگلے روز میدانِ جنگ میں وہ شہید ہو جائیں اور ان کی نعش کا مثلہ کیا جائے اور وہ اس حال میں اللہ کے حضور پیش کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں کہ اے عبداللہ تمہاری یہ حالت کیوں کی گئی تو میں جواب دوں کہ میرے مولا میری یہ حالت تیرے لیے کی گئی۔ جس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ وہ اگلی صبح میدان جنگ میں فاتح بنیں اور مالِ غنیمت حاصل کریں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس پر آمین کہی۔ اگلے دن دونوں دعائیں قبول ہوئی۔ حضرت عبداللہ رضی

اللہ عنہ کی مثلہ شدہ نعش کو دیکھ کر ان کا نوجوان فرزند سخت زار و قطار رونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حوصلہ دلایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو تیرے باپ کو اسی حال میں پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے شاباش دی اور یہ آیت پڑھ کر سنائی کہ ''شہدا کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں اور تمھیں اس حقیقت کا ادراک نہیں۔'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی اور وہ لشکر اسلام کے زبردست سالار بنے۔ لیکن کہا کرتے تھے کہ میری دعا سے عبداللہ کی دعا بہتر تھی۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ راہِ خدا میں شہادت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، محمد ترکھان نے بات کو اور آگے بڑھایا اور اُمتِ مسلمہ کو شہادت کا والد اور شہید ثابت کیا۔ اس نے بات بڑھائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ میں ایک ہی میزبان تھے۔ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ ۹۳ سال کی عمر میں ترکی کی قسطنطنیہ کی مہم میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں شامل ہوئے۔ مدینہ کے لوگوں نے انھیں کہا کہ آپ اس ضعیف العمری میں جہاد پر نہ جائیں کیونکہ طویل سفر ہے اور آپ کی عمر اور صحت کا تقاضا ہے کہ آپ جہاد پر نہ جائیں۔

مزید یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ واحد میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کا مدینہ میں رہنا باعث برکت ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ترکی فتح کرے گا (نامی) ہوگا اور مزید مجھے شہادت کے حصول کا شوق ہے۔ مدینہ اور ترکی کا ۴ ہزار میل کا فاسلہ انھوں نے طے کیا اور شہادت پائی اور وہاں ہی دفن ہوئے۔

قسطنطنیہ وہ حیرت انگیز مقام ہے جسے آج کے عہد میں استنبول بولا جاتا ہے۔ یعنی اسلام آباد۔ محمد ترکھان نے مجھے یہ بات بھی بتلائی کہ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید کے جسم کے روئیں روئیں پر ہر مروجہ ہتھیار کا زخم موجود تھا۔ لیکن وہ دل شکستہ حالت میں حمص کی ایک مسجد میں دمِ واپسیں کہہ رہے تھے کہ میں نے معلوم آدھی دنیا کو فتح کیا لیکن آج میں شہادت سے محروم اونٹ کی موت مر رہا ہوں۔ محمد ترکھان کے منہ سے یہ عملی باتیں سن کر میں حیران ہوا اور ''مصحف صالح ترا صالح کند'' کا قائل ہوا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم جہاں سے گزرے گلوگیر چھوڑ گئے اور ان پڑھ لوگ بھی ان کی محبت سے عالمِ دین کی طرح باتیں کرنے لگے۔

(مطبوعہ: ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور، جون ۲۰۱۶ء، صفحہ ۶۹ تا ۷۲)

جنگ آزادی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر خالد شبیر احمد

امیر شریعت فرماتے ہیں:

''میں نے ''الحمد سے لے کر والناس تک'' کوئی ایک آیت ایسی نہیں دیکھی جس میں یہ موجود ہو کہ مسلمان اگر غلام ہو جائے تو وہ زندگی کیسے بسر کرے۔ اس لیے کہ مسلمان نے تو بنی نوع انسان کو ہر طرح کی غلامی سے نجات دلا کر انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی غلامی لا کھڑا کرنا ہے جو انسانیت کی معراج اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے۔ اگر مسلمان خود غلام ہو جائے تو پھر انسان کو وطن کی غلامی، نسل کی غلامی، زبان کی غلامی، ثقافت کی غلامی سے کون نجات دلائے گا؟''

درس حریت کے حوالے سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم اور ان کی جماعت مجلس احرار اسلام کو ایک خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ امیر شریعت اور ان کے تمام ساتھی رہنما جن میں مفکر احرار چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، ضیغم احرار شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا مظہر علی اظہر، مولانا غلام غوث ہزاروی، آغا شورش کاشمیری، مولانا گل شیر شہید اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی ان سب نے قید و بند کی صعوبتوں میں زندگی بسر کی۔ انگریزوں کی غلامی کے خلاف جہاد کیا اور مسلمانوں کے غریب اور متوسط طبقے میں انگریزوں کے خلاف ایسا جوش ولولہ پیدا کر دیا جس کی مثال بہت مشکل ہے۔ احرار رضا کاروں کی تعداد جو لاکھوں میں اس وقت موجود تھی قید و بند کے معاملے میں اپنے رہنماؤں سے کم نہ تھے۔ ہر رضا کار نے غلامی کے خلاف چلائی گئی سب تحریکوں میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک خلافت ہو یا پھر تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ یا پھر تحریک کشمیر یا پھر تحریک رد قادیانیت ہزاروں رضا کاروں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔ رضا کاروں میں یہ جذبہ بھی امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی رہنماؤں کے گفتار و کردار سے ہی پیدا ہوا۔

جہاں ایک طرف مولانا ابوالکلام آزاد کے ''الہلال'' و ''البلاغ''، مولانا محمد علی جوہر کے ''کامریڈ'' اور ''ہمدرد''، مولانا حسرت موہانی کے ''اردوئے معلیٰ'' اور مولانا ظفر علی خان کے ''زمیندار'' نے رنگ جمایا۔ وہاں دوسری طرف دبستانِ بخاری کے باہمت اور حوصلہ مند ساتھیوں نے اپنی تقریروں کے ذریعے عام مسلمانوں میں آزادی کی لگن اور غلامی سے نفرت کے جذبات پیدا کر دیے۔ بلکہ دور دراز کے علاقوں میں کوئی نہ پہنچ پایا وہاں امیر شریعت کی قیادت میں خطبائے احرار کی قوتِ گفتار نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیے کہ انسان بے اختیار داد دینے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے۔ احرار رہنما اور احرار رضا کار آپس میں ایک مضبوط و مستحکم رشتے میں اس طرح منسلک ہوئے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا کسی

کے بس کی بات ہی نہ رہی۔ اس طرح احرار رہنما اور احرار رضا کار انگریزوں کی غلامی کے خلاف ایک مضبوط سیسہ پلائی دیوار بن گئے دونوں نے باہم مربوط ہو کر پورے ہندوستان کے اندر ایک ایسی آگ لگا دی تھی کہ انگریز اپنے تمام وسائل کے ساتھ بھی آزادی کی اس آگ پر قابو پا نہ سکا اور بالآخر ہندوستان چھوڑ کر یہاں سے واپس اپنے ملک جانے پر مجبور ہو گیا۔

امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ تو رضا کاروں پر اپنی جان فدا کرتے تھے اور برملا کہتے تھے کہ مجھے میرے رضا کار اپنے بچوں سے زیادہ پیارے ہیں۔ جو میرے ساتھ ہر جبروتی وقہرمانی طاقت سے ٹکرا گئے۔ فرماتے تھے کہ احرار رضا کار میری متاعِ عزیز ہیں۔ یہی تو ہیں جو ایک لمبے عرصے سے بغیر کسی لالچ کے صرف جذبہ ایمانی کے تحت میرا ساتھ دے رہے ہیں۔ جنگ آزادی کے اس طویل سفر میں اگر کسی سے خدا کے بعد میں نے اپنی امیدوں کو وابستہ کیا تو وہ یہی عاشقانِ حق و صداقت ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احرار رضا کاروں میں یہ جذبہ کیوں پیدا ہوا؟ اس کی وجہ احرار رہنماؤں کا خلوص ان کی محبت اور پھر ان کی وہ تقریریں تھیں جو ہر دل میں بڑی شدت کے ساتھ انگریزوں کے خلاف، غلامی کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کر دیتی تھیں آیئے آپ کو ایسے چند روشن ارشادات سے متعارف کرائیں جو امیر شریعت کی اس دور میں انگریزوں کی غلامی کے خلاف تقاریر میں سامنے آئے اور پوری قوم کے لیے ہدایت کا چاند بن گئے۔

''میں ان علمائے حق کا پرچم اٹھائے پھرتا ہوں جو ۱۸۵۷ء میں فرنگیوں کی تیغ بے نیام کا شکار ہوئے تھے۔ رب ذوالجلال کی قسم مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ لوگوں نے پہلے ہی کب کسی سرفروش کے بارے میں راست بازی سے کام لیا ہے۔ لوگوں کا تو شعار ہو چکا ہے کہ خامیوں کو عقاب کی نگاہ سے دیکھتے اور صبا کی رفتار سے پکڑتے ہیں۔ کبھی کبھی کسی کی خوبیوں پر بھی نگاہ کر لیا کرو اس سے تمہاری سیرتیں سنورتی چلی جائیں گی''

''میں اس سرزمین میں مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا سپاہی ہوں، سید احمد شہید کی غیرت کا نام لیوا ہوں شاہ اسماعیل شہید کی جرأت کا پانی دیوا ہوں میں ان پانچ مقدمہ ہائے سازش کے پابہ زنجیر صلحائے امّت کے لشکر کا ایک خدمت گزار ہوں جنھیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں سنائی گئیں۔ ہاں ہاں! میں انھی کی صدائے بازگشت ہوں۔ میں انھی کی نشانی ہوں۔ میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کا علم لے کر نکلا ہوں میں نے حضرت شیخ الہند کے نقشِ قدم پر چلنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ میرا ایک ہی نصب العین ہے اور وہ برطانوی سامراج کی روش کو دفنانا اور کفنانا ہے''

''میں ان سوؤروں کا ریوڑ چرانے کو بھی تیار ہوں جو برٹش امپیریل ازم کی کھیتی کو ویران کرنا چاہیں۔ میں کچھ نہیں چاہتا میں ایک فقیر ہوں اپنے نانا کی سنت پر مرٹنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کچھ چاہتا ہوں تو صرف اس ملک سے انگریز کا انخلاء۔ میری دو ہی خواہشیں ہیں، میری زندگی میں ملک آزاد ہو جائے یا پھر میں تختۂ دار پر لٹکا دیا جاؤں''

''میں ہندو کو اپنا دوست نہیں سمجھتا۔ لیکن اس کی دشمنی ساحل سمندر تک ہی محدود ہے جبکہ انگریز تو سمندر پار تک اسلام کا تعاقب کر رہا ہے اس لیے اگر میں اپنے چھوٹے دشمن کے ساتھ مل کر بڑے دشمن کو شکست دے سکوں تو یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔''

''علمائے کرام اگر میرا بس چلے تو انگریز کے مقابلے کے لیے سوروں سے اتحاد کرنے میں گریز نہ کروں کیونکہ انگریز کی زندگی اسلامی تہذیب وتمدن اور انسانیت کی موت ہے اور اس کی موت سے اسلام اور مسلمان زندہ ہو جائیں گے۔ اسلامی ممالک میں اتحاد بڑھے گا۔ مسلمانوں میں روح جہاد جاگ اٹھے گی۔''

''یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ جنگ آزادی میں میرا حصہ کیا ہے میں تو یہ جانتا ہوں کہ میں نے لاکھوں ہندوستانیوں کے ذہن سے انگریز کی غلامی کو نکال پھینکا ہے۔ میں نے کلکتہ سے خیبر تک اور سری نگر سے راس کماری تک دوڑ لگائی ہے۔ وہاں پہنچا ہوں جہاں دھرتی پانی نہیں دیتی۔ رہا یہ سوال کہ آزادی کا کون سا تصور ہے جس کے لیے لڑ تا رہا تو سمجھ لیجئے اپنی دھرتی پر اپنا راج۔ آپ غالباً کسی کتابی آئیڈلوجی کا پوچھ رہے ہوں گے۔ بابو لوگو! یہ کتابی نظریے عموماً روگ ہوتے ہیں۔ فی الحال جو مرحلہ درپیش ہے وہ کسی مثبت تصور کا نہیں منفی تصور کا ہے ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ غیر ملکی طاقت سے گلو خلاصی ہو۔ اس ملک سے انگریز نکلیں نکلیں کیا، نکالے جائیں تب دیکھا جائے گا کہ آزادی کے خطوط کیا ہوں گے۔ آپ تو نکاح سے پہلے چھوہارے باٹنا چاہتے ہیں پھر میں کوئی دستوری نہیں ہوں۔ سپاہی ہوں تمام عمر انگریزوں سے لڑتا رہا اور لڑتا رہوں گا۔ اگر اس مہم میں سور بھی میری مدد کریں گے تو میں ان کا منہ چوم لوں گا۔ میں تو ان چیونٹیوں کو شکر کھلانے کے لیے تیار ہوں جو صاحب بہادر کو کاٹ کھائیں۔ خدا کی قسم میرا ایک ہی دشمن ہے اور وہ ہے انگریز۔ اس ظالم نے نہ صرف مسلمان ملکوں کی اینٹ سے اینٹ بجائی انھیں غلام بنائے رکھا اور مقبوضات پیدا کیے۔ بلکہ خیرچشمی کی انتہاء ہو گئی کہ قرآن میں تحریف کے

لیے جعلی نبی پیدا کیا پھر اس خودکاشتہ پودے کی ابیاری کی اور اب اس کو چہیتے بچے کی طرح پال رہا ہے۔''

''رب ذوالجلال کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں اپنی ان آنکھوں سے کسی شخص کو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے نازل ہوتا دیکھوں یہ شخص آب زمزم سے غسل کرتا ہو، غلاف کعبہ کا لباس زیب تن کرتا ہو مگر اس کے کسی قول یا پھر فعل سے مجھے انگریزوں کی اطاعت کی بو بھی آجائے تو میں اس کی مخالفت کرنا اپنے لیے فرض سمجھتا ہوں۔ انگریز ظالم کم گہرے پانی میں دھکا دے کر باہر نکالتا ہے اعتماد بحال کرتا ہے اور پھر گہرے پانی میں دھکا دے دیتا ہے جہاں سے نکلنا مشکل ہو جائے۔''

ان اقتباسات کو ملاحظہ فرمایئے، ان الفاظ کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے چشمِ تصور سے ذرا دیکھیے کہ امیر شریعت کس حوصلہ اور کس جرات کے ساتھ لوگوں کو درس حریت دیا کرتے تھے۔ ان الفاظ میں انگریزوں کے خلاف عدم مفاہمت کے پختہ عزم کو دیکھیے اور ان کی جرأت، تیور، غیرتِ ایمانی پر بھی غور کریں۔ جب لاکھوں لوگوں کے سامنے یہ تقریریں وہ کرتے ہوں گے تو لوگوں کے جذبات اور ان کے احساسات کیا ہوتے ہوں گے۔

یہی عزم اور ایسا ہی غیر معمولی اظہار تھا جس کے طفیل تحریکیں چلتی رہیں اور لوگ سردھڑ کی بازی لگا کر انگریز کے خلاف میدان عمل میں آئے اور بالآخر انھوں نے اپنی آنکھوں سے انگریزوں کو اس ملک سے نکلتے ہوئے بھی دیکھا اور ان کی یہ خواہش بھی پوری ہوئی کہ میں چاہتا ہوں کہ آزادی ہند کی اس تحریک میں مسلمانوں کا حصہ وافر ہو اور مورخ یہ لکھنے پر مجبور ہو کہ ہندوستان کی آزادی صرف اور صرف مسلمانوں کی ہی کاوشوں کی مرہون منت ہے

کاش ہمارے موجودہ سیاست دان بھی ہندوستان کی آزادی کی تاریخ کا مطالعہ کر کے اس کا احساس کرسکتے کہ آزادی کے مراحل طے کرتے ہوئے حریت پسندوں کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ان کے جذبات کتنے شدید ان کے عزائم کتنے بلند اور ان کا کردار کتنا عالی تھا۔

اک جنوں کی داستاں ہے داستاں احرار کی — عزم و ہمت، سرفروشی ، ولولہ ایثار کی
جا بجا لکھی ہوئی تاریخ کے اوراق پر — خونچکاں سی اک کہانی لشکر احرار کی
ان کی تقریروں سے پھیلی ظلمتوں میں روشنی — اک انوکھی ہی ادا تھی قوت اظہار کی
رعد ہے برق ہے باطل کو ان کا حرف حرف — دھوم ہے ہر سو انھی کے لہجۂ گفتار کی
خالد ان کے دم قدم سے ہے جنوں کو حوصلہ — یہ جماعت ہے روایت عشق کے اظہار کی

ناگڑیاں سے لاہور تک......ایک تنظیمی و تبلیغی سفر

تنویر الحسن نقوی

ناگڑیاں ضلع گجرات کی تحصیل کھاریاں کا معروف گاؤں ہے۔ گجرات سے کوٹلہ ارب علی خان جاتے ہوئے مین سڑک سے پانچ کلومیٹر اندر کی طرف واقع ہے۔ یہ گاؤں اپنی تاریخی حیثیت کی وجہ سے معروف ہے۔ برصغیر کی عظیم سیاسی و مذہبی شخصیت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق اسی گاؤں سے تھا۔

امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے والد حافظ سید ضیاالدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور بہن کی قبور اسی گاؤں میں ہیں۔ جبکہ خاندان کے بڑے بزرگ عالم سید محمد یوسف شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پانچویں تک سکول کی تعلیم اسی گاؤں میں رہ کر حاصل کی۔ جبکہ ابتدائی دینی تعلیم بھی اسی گاؤں میں رہ کر حاصل کی۔ ناگڑیاں میں داخل ہوتے ہی خوشبوئے سادات محسوس ہوتی ہے۔ مجھے خاندان امیر شریعت سے تعلق کی بدولت کئی بار ناگڑیاں جانے کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۱رجولائی ۲۰۱۶ء کو حافظ ضیاءاللہ ہاشمی کا فون پہ حکم ملا کہ مرکزی قائدین سہ روزے کے لیے ناگڑیاں تشریف لا رہے ہیں آپ نے بھی آنا ہے مجھے اپنی کمزوری کا اعتراف ہے مگر بزرگوں کی معیت میں وقت گزارنا غنیمت تھا حامی بھرلی۔ ۱۳رجولائی بدھ کے دن صبح تلہ گنگ سے کھاریاں کے لیے روانہ ہوا۔ شدید گرمی میں دن کے دو بجے کھاریاں پہنچا۔ کھاریاں سے گجرات کا سفر کیا۔ جہاں بھائی ضیاءاللہ اور ڈاکٹر عامر منتظر تھے۔ ملاقات کے بعد مرکز احرار ماڈل ٹاؤن گجرات میں خطیب مرکز مولانا قاری احسان اللہ سے ملے اور ناگڑیاں روانہ ہوگئے۔ عصر کی نماز ناگڑیاں میں، مرکز احرار جامع مسجد سید عطاءاللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں ادا کی۔ ناگڑیاں میں ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۸۴ء میں مدرسہ قائم کیا جبکہ قدیم مسجد سینکڑوں سال پرانی ہے۔ مسجد کی عمارت کو دیکھ کر دل سے منتظمین کے لیے دعائیں نکلیں۔ ماشاءاللہ دیہات میں اتنی نفاست کے ساتھ تیار کی جانے والی خوبصورت مسجد جو احباب مساجد کی خوبصورتی کا ذوق رکھتے ہیں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ مسجد سید عطاءاللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ناگڑیاں جا کر ضرور دیکھیں۔ محسن احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی محنت کارگر ثابت ہوئی اور ۱۹۸۴ء میں جو پودا لگایا تھا آج تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ بھائی ضیاءاللہ ہاشمی نے پروگرام کی ترتیب بتائی۔ ۱۳رجولائی بدھ نماز عشاء کے بعد راقم الحروف (تنویر الحسن) کا بیان ہوا۔ رات کو ضیافت کا اہتمام ڈاکٹر عامر کے گھر تھا۔ ۱۴رجولائی جمعرات بھائی ضیاءاللہ ہاشمی کے ہمراہ دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں گشت کے لیے مختلف دیہاتوں سے ہوتے ہوئے کوٹلہ ارب علی خان پہنچے جہاں مختلف علماء کرام سے ملاقاتیں کیں۔ جبکہ صحافی برادری سے بھی ملے۔

کوٹلہ سے فارغ ہو کر آزاد کشمیر کے ضلع بھمبر پہنچے۔ جہاں برادرم بابا سائیں کے ہمراہ مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں مفتی سیف الرحمٰن، مسجد نمرہ میں مفتی محمد طیب، جناب قاری ولی الرحمٰن، محبوب سبحانی سے ملاقاتیں کیں اور تحفظ ختم نبوت کے

حوالے سے ضلع بھمبر میں کام کے آغاز کی ترتیب بنائی۔

نماز ظہر کے بعد مختلف سیاسی وسماجی شخصیات سے ملے۔ جبکہ بھمبر میں مجلس احرار اسلام کے نمائندہ کے طور پر مفتی محمد طیب کو منتخب کیا۔ عصر کے قریب ناگڑیاں پہنچے۔

مسجد میں نماز عصر ادا کرنے کے بعد ناگڑیاں میں ہی مجلس احرار کے دوسرے ادارے مدرسہ محمودیہ معمورہ پہنچے۔ چند ہی گھڑیاں گزری تھیں کہ وہ آگئے جن کا انتظار تھا۔ نواسہ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری نائب امیر مجلس احرار اسلام اور الحاج عبداللطیف خالد چیمہ جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام پہنچ گئے۔ گاؤں کے لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا رات گئے تک اہل دیہہ کی آمد جاری رہی۔ رات کو مدرسہ محمودیہ معمورہ میں ہی قیام کیا۔ ۱۵؍جولائی جمعۃ المبارک ناشتے کے بعد بھائی ضیاء اللہ ہاشمی نے خطبات جمعہ کی تشکیل فرمائی۔ نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری کے لیے جامع مسجد سید عطاء اللہ شاہ بخاری ناگڑیاں میں خطبہ جمعہ دینے کا اعلان ہوا۔ الحاج عبداللطیف خالد چیمہ مرکز احرار ماڈل ٹاؤن گجرات تشریف لے گئے، جبکہ ناگڑیاں کے رہائشی بھائی سلمان کی معیت میں راقم الحروف کو موضع چھوکر خورد بھیجا گیا۔ جہاں دار العلوم بدریہ تعلیم القرآن کی وسیع مسجد میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے رد کے حوالے سے خطبہ جمعہ دیا۔ علاقے کے نوجوانوں، بڑوں اور بوڑھوں نے بہت محبت کا اظہار کیا۔ ایک بزرگ جن کا نام محمد اسلم تھا، نے ایک واقعہ سنایا کہ سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۸۰ء میں تشریف لائے تو علاقے کے قادیانیوں نے پیغام بھیجا کہ اگر عطاء المحسن تقریر میں ہمارے حذاف کوئی بات کرے گا تو ہم قتل کر دیں گے۔ شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کو میزبان دوستوں نے احوال سے آگاہ کیا تو شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے سٹیج سے پکارا کہ عطاء الرسول اور غلام رسول (دونوں قادیانی تھے) اگر حلالی ہو تو آؤ عطاء اللہ شاہ بخاری کے بیٹے کو قتل کرو۔

شاہ جی کی للکار نے قادیانیوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلایا۔ قادیانی وڈیرے گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی محنت کا ثمرہ ہے کہ آج اس گاؤں میں صرف ایک قادیانی گھرانہ رہ گیا ہے۔

چھوکر خورد سے واپس ماجرا پلی پہنچے۔ جہاں نواسہ امیر شریعت سید کفیل بخاری اور برادرم ضیاء اللہ ہاشمی تشریف لے آئے۔ ان کے ساتھ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے لیے سفر شروع کیا۔ ڈسکہ میں بھائی عبداللہ کی دعوت پر سیرت کمیٹی ڈسکہ کا ۴۹واں درس قرآن تھا۔ جو عشاء کی نماز کی بعد جامع مسجد حنفیہ میں ہونا تھا۔ عصر اور مغرب کے اوقات میں ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ڈسکہ میں رکنیت سازی مہم شروع کی، تقریباً ۱۴۰ افراد کے فارم پر کروانے کے بعد انتخاب کیا گیا جس میں بھائی حاجی ذوالفقار صاحب کو امیر اور بھائی عبداللہ اور مولانا اشفاق کو معاون مقرر کیا گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد مسجد حنفیہ میں درس قرآن ہوا علاقہ کی کثیر عوام نے شرکت کی۔ درس قرآن کے بعد ''ختم نبوت یوتھ فورس'' کے دفتر میں شاہ صاحب احباب کے ساتھ تشریف لے گئے۔ پھولوں کی پتیاں نچھاور کر کے استقبال کیا گیا۔ ختم نبوت یوتھ فورس کے امیر محبوب شاہ گیلانی سمیت دیگر رفقاء سے ملاقات اور موجودہ حالات پہ گفتگو ہوتی رہی۔

رات ۲ بجے ڈسکہ سے ناگڑیاں پہنچے۔ ۱۶؍جولائی صبح آنکھ کھلی تو موبائل پہ میسج دیکھا کہ ترکی میں فوج کے ایک غدار گروہ

نے بغاوت کردی ہے۔ دل خون کے آنسو رویا۔ چیمہ صاحب کو نماز سے پہلے خبر دی تو وہ بھی آزردہ ہوگئے اور بہت تشویش کا اظہار کیا۔ فجر کی نماز اسی کیفیت میں ادا کی۔ نماز کے بعد کافی دیر تک خلافت عثمانیہ، ترکان احرار کا تذکرہ کرتے رہے۔ ناشتے کے بعد بھائی ضیاء اللہ ہاشمی کے ساتھ علاقے میں گشت کے لیے روانہ ہوئے۔

۱۶؍جولائی کو ناگڑیاں کے قریب احرار کے تیسرے بڑے مرکز جامع مسجد ختم نبوت، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ انسٹیٹیوٹ و اسلامک سنٹر چوھڑ چک چوک ”احرار عیدملن پارٹی“ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کی دعوت کے سلسلے میں احباب سے ملتے رہے۔ ظہر کی نماز ڈیڑھ بجے ادا کی گئی۔ علاقہ بھر سے علماء کرام اور سیاسی و سماجی لوگوں نے بھرپور شرکت کی۔ راقم نے مجلس احرار اسلام کے تعارف سمیت عیدملن پارٹی کی غرض و غایت کے حوالے سے گفتگو کی۔ قاری احسان اللہ احرار نے تلاوت قرآن مجید کی۔ جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے ساتھ قادیانیت کے رد اور قادیانی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ آخری خطاب نواسہ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری نے کیا۔ شاہ جی نے خدمات مجلس احرار اور خدمات امیر شریعت کے حوالے سے گفتگو کی اور علماء کرام اور ان کے مقام کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ علماء کا وجود اللہ کا بہت بڑا انعام ہے۔ مگر علماء کو اپنی قدر پہچاننی چاہیے۔ دعا کے بعد شاہ جی عوام میں گھل مل گئے اور علماء کے ساتھ دستر خواں پر بیٹھ گئے جہاں علماء کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔ پروگرام سے فارغ ہو کر لاہور کے لیے عازمِ سفر ہوئے۔ ۸؍بجے رات کو لاہور پہنچے۔

۱۷؍جولائی اتوار کے دن ایوان احرار مسلم ٹاؤن لاہور میں مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کا اجلاس تھا۔ جس میں سید محمد کفیل بخاری عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد یوسف احرار، میاں محمد اویس، مولانا محمد مغیرہ، قاری ضیاء اللہ ہاشمی، مفتی ذیشان آفتاب، قاری محمد آصف (سابق قادیانی) تنویر الحسن، مہر اظہر وینس، محمد قاسم چیمہ اور عبدالمنان معاویہ نے شرکت کی اجلاس اپنی نوعیت کا اہم تھا۔ دارالمبلغین کے قیام کا فیصلہ ہوا۔ اور ۲۶؍ستمبر سے ۲۷؍اکتوبر تک پہلی کلاس کا دورانیہ طے ہوا۔

اجلاس کے اختتام کے بعد عظیم مذہبی سکالر شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی دفتر تشریف لائے۔ انھوں نے خوشی کا اظہار فرمایا اور تجاویز سے نوازا۔ دارالمبلغین اور شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے ناظم مولانا محمد مغیرہ، مولوی تنویر الحسن، قاری ضیاء اللہ ہاشمی اور قاری محمد آصف نے تفصیلی مشاورت کی۔ دارالمبلغین کا مکمل انتظام لاہور مرکز میں ہوگا۔ رات گئے تک انتظامی امور پہ بات چیت ہوتی رہی۔ مجلس احرار اسلام کی رکنیت سازی مہم جاری ہے جس میں دو ماہ کی توسیع کا فیصلہ کیا گیا۔ جبکہ شعبہ تبلیغ کا ہر تین ماہ بعد اجلاس ہوگا۔ اسی دن نواسہ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری نے سابق صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ، جناب حافظ محمد سعید، مجیب الرحمٰن شامی، جسٹس ریٹائرڈ نذیر احمد و دیگر اہم شخصیات سے ایک نجی تقریب میں ملاقاتیں کیں۔ جبکہ عبداللطیف خالد چیمہ نے مسجد خضراسمن آباد میں متحدہ سنی محاذ کی میٹنگ میں شرکت کی۔ ۱۸؍جولائی علی الصبح یہ قافلہ مختلف ڈیوٹیاں سنبھالے اپنی اپنی راہوں پہ گامزن ہوگیا۔

اللہ کریم مجلس احرار اسلام کو دن دگنی رات چگنی ترقی نصیب فرمائے آمین۔

طالبات کا چھے روزہ تربیتی کورس!

میمونہ عبداللطیف

بعض یک طرفہ سوچ رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ صرف اسلامی تعلیم حاصل کرنا فرض ہے اور روزِ قیامت اسی کا حساب ہوگا، اس کے برعکس کچھ دنیا پرست لوگ کہتے ہیں کہ جدید دور میں اسلامی تعلیم کی سمجھ بوجھ دقیانوسی تصور ہے، اس لیے محنت اور کاوش کو جدید علوم وفنون خاص طور پر سائنس کے شعبے میں صرف کرنا چاہیے، بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کا کہنا ہے کہ آج کے معاشرے میں اپنی بقاء کے لیے دینی و دنیاوی دونوں علوم کا حاصل کرنا اور انہیں اپنی عملی زندگی میں لانا لازم وملزوم ہے، اب ایک نئی بات یہ بھی ہے کہ دنیاوی علوم وفنون بھی دین کا ہی حصہ ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ذہنی وجسمانی صلاحیتوں کا مناسب استعمال ضروری ہے تاکہ رزق حلال کما کر دین کے کاموں کو تقویت پہنچائی جاسکے اپنا اور اپنے گھر والوں کے نان نفقہ کا انتظام کیا جاسکے، یہ سوچ اور نظریہ مجھے میرے استاد مولانا محمد وقاص سعید سے حاصل ہوا، محترم الزیتونیہ انسٹیٹیوٹ اسلام آباد کو چلا رہے ہیں، انہوں نے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی سے لاء کیا ہے، اسلامیات میں ماسٹرز ہیں اور دارالعلوم کراچی سے عالم بنے ہیں، عرصہ دو سال سے ہم ہر عید کے بعد دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے تعاون سے احرار گرلز ویلفیئر سوسائٹی کے زیر انتظام طالبات کے لیے ہفتہ، دس دن کا پروگرام رکھتے ہیں، جس کی کوآرڈینیٹر ہونے کا اعزاز مجھے حاصل ہے، ان پروگرامز میں مولانا وقاص سعید کے لیکچرز ہوتے ہیں، پہلے تین دفعہ یہ کلاسز فہم قرآن کورس کے نام سے arrange کی گئیں جن میں عربی گرامر کے بعد قرآن پاک کا ترجمہ کرنے کا آسان طریقہ سیکھا گیا۔ اس دفعہ عیدالفطر کے بعد یہ چوتھا پروگرام تھا، لیکن اس دفعہ موضوع رکھا گیا تھا

Personal development in the light of Quran and Namaz.

قرآن اور نماز کی روشنی میں شخصیت سازی بہت ہی دلچسپ topic ہے، مرکزی مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی میں 9 جولائی 2016 سے 14/جولائی تک چھے روزہ یہ کورس arrange کیا گیا، روزانہ صبح بعد نماز فجر 05:30 سے 07:30 تک دو گھنٹے کا دورانیہ ہوتا تھا، کورس کوارڈینیٹر کی حیثیت سے یہ میری ذمہ داری تھی کہ زیادہ سے زیادہ طالبات کو کورس کے مقاصد، خصوصیات اور فوائد سے روشناس کرایا جائے تاکہ آج کی سہولت پسند اور ٹیکنالوجی میں مصروف نسل کو ایک خاص اور اہم مقصد کے لیے اکٹھا کیا جائے، میں نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی، جن طالبات سے بھی رابطہ ممکن تھا خاص طور پر کالج فیلوز کو کورس کی افادیت کا یقین دلانے کے لیے کی فون کے علاوہ میسیجز کے ذریعے بھی رابطہ کیا۔ مہک افتخار کالج فیلو ہے اس نے کورس میں سب سے زیادہ دلچسپی لی۔ مولانا وقاص نظریاتی رہنمائی کے ساتھ ساتھ ہماری سوچ نکھارنے کا کام بخوبی انجام دیتے ہیں، میں نے جب والد صاحب (حاجی عبداللطیف خالد چیمہ) سے کلاس میں کم حاضری کی بات کی تو انہوں نے حوصلہ دیا اور کہا کہ یہ محنت طلب کام ہے، آہستہ آہستہ پھل ملے گا، محنت جاری رکھو، اس پر مجھے یہ شعر یاد آ گیا ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل لیکن   لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اُمید ہے ان شاء اللہ عید الاضحیٰ کے بعد جب اس کورس کا انتظام کیا جائے گا تو تعداد میں مزید اضافہ ہوگا، یہ سلسلہ چھ روز تک چلتا رہا، روزانہ نئی باتیں سیکھنے کوملتی رہیں، پتا چلا کہ ہمارا دین بہت وسیع ہے، دین صرف یہی مطالبہ نہیں کرتا کہ نمازیں پڑھ لو، روزے رکھ لو، عبادت گزار بن جاؤ بلکہ لوگوں کے ساتھ اچھی dealing بھی بہت اہم ہے، اس کے علاوہ تمام صلاحیتیں جو اللہ پاک نے ہمیں ودیعت فرمائی ہیں، ان کا مناسب استعمال اپنی عملی زندگی میں لانا بھی دین کا ہی حصہ ہے، مطلب یہ کہ اگر ہم سکول، کالج میں دنیاوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، کوئی کاروبار کر رہے ہیں یا کسی بھی دوسرے دنیاوی کام میں مشغول ہیں، تو اسے دین سے الگ کرنا سراسر غلط ہے بلکہ دین کے تابع کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ان تمام کاموں کو ایمانداری سے کرنا عینِ دین ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے اِنَّمَا الاعمالُ باالنیات ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے'' نیت تو کسی بھی کام کرنے سے پہلے درست کرلی جائے تو عبادت ہے، مثلاً ہم روزمرہ زندگی میں اٹھنا، بیٹھنا اوڑھنا، بچھونا، کھانا پینا، گفتگو کرنے سے لے کر سونے جاگنے تک مختلف کام کرتے ہیں اور اگر ان تمام کاموں کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کرلیا جائے تو عبادت میں شمار ہوگا اور ثواب بھی ملے گا، سب سے بڑی بات کہ مالک راضی ہوجائے گا، یہ سب کچھ میں نے مولانا وقاص سے سیکھا ہے، نماز میں ثنا اور اس کا ترجمہ کرواتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ اللہ کی خوبیوں اور عطا کردہ نعمتوں کا اعتراف کرنا ہے اور اللہ سے شکایت نہیں کرنی۔ انھوں نے ہم سے پوچھا کہ آپ میں سے کون ہے جو آج سارا دن کسی سے بھی شکایت نہیں کرے گا، میں نے اور مہک نے فوراً جواب دیا کہ کوشش کریں گے، انھوں نے کہا جو کوشش کرتے ہیں وہ عمل نہیں کرتے، ہم نے کہا کہ کوشش کریں گے، پھر ہی آہستہ آہستہ عمل کی جانب آئیں گے، انھوں نے کہا کہ اچھا اگر میں کہوں کہ کل کلاس میں لیپ ٹاپ ملیں گے تو آپ لوگ آنے کی کوشش کریں گے یا آئیں گے؟ ہم نے فوراً جواب دیا آئیں گے، کتنی خوبصورت مثال سے مزاح میں استادِ محترم نے ہمیں بات سمجھا دی، مجھے ان کا انداز بہت زبردست لگتا ہے، اگر ان سے کچھ پوچھو کہ یہ کام کرنا درست ہے یا غلط تو وہ ڈائریکٹ (direct) ہاں یا ناں میں جواب نہیں دیں گے بلکہ کچھ ایسے حقائق اور دلائل بیان کریں گے جن سے پوچھنے والا خود ہی فیصلہ کرنے کے قابل ہو جائے گا، بہر حال بہت کچھ سیکھنے کو ملا، اللہ رب العزت سے دُعا ہے کہ استاد مولانا وقاص سعید صاحب کو اس کارِ خیر کا اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ان کی تمام کاوشوں کو قبول فرمائے۔ (آمین) آخری روز 14/جولائی بروز جمعرات مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے گفتگو کی، انہوں نے تمام سٹوڈنٹس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ایسی سرگرمیوں میں آپ کی دلچسپی ہی ہمارا اعزاز ہے، اُمید ہے کہ آپ نے اس کورس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کیا ہوگا، ان کی گفتگو کے بعد مجلس احرارِ اسلام کے نائب صدر نواسئہ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری نے اختتامی گفتگو کی اور چند نصیحتوں کے بعد دُعا کروائی۔ میں مولانا محمد وقاص سعید کے ساتھ ساتھ، عبداللطیف خالد چیمہ اور سید محمد کفیل بخاری کی شکر گزار ہوں جنہوں نے ہمیں اپنے قیمتی وقت اور قیمتی خیالات سے نوازا بعد ازاں سٹوڈنٹس میں انعام کے طور پر مختلف کتب تقسیم کی گئیں، ایک میز پر مختلف کتابیں رکھ دی گئیں اور سٹوڈنٹس نے اپنی اپنی پسند کی کتابیں لے لیں۔ اللہ رب العزت سے دلی دُعا ہے کہ ہم نے جو کچھ سیکھا اس پر عمل کرنے اور اس طرح کے کورسز وقتاً فوقتاً منعقد کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مسافرانِ آخرت

ادارہ

☆ **مولانا محمد طفیل رشیدی رحمۃ اللہ علیہ:** قصور کے جید عالمِ دین مولانا محمد طفیل رشیدی ۸؍ جولائی ۲۰۱۶ء جمعۃ المبارک کو انتقال کر گئے۔ مرحوم خانوادہ امیر شریعت سے محبت و اخلاص والا تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۵۰ء کے عشرے میں جامعہ قاسم العلوم ملتان میں زیر تعلیم رہے، حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا گھر قریب ہونے کی وجہ سے ان کی مسلسل زیارت نصیب ہوئی۔ خصوصاً جس مسجد میں وہ نماز پڑھتے ''مسجد عائشہ'' مولانا محمد طفیل رحمۃ اللہ علیہ اس مسجد میں بھی رہے اور زندگی کا ایک طویل عرصہ ملتان میں گزارا۔ آپ کو تحریر و تقریر دونوں پر عبور حاصل تھا۔ لگی لپٹی بغیر دوٹوک بات کرنے والے کھرے انسان تھے۔ متعدد اصلاحی مضامین لکھے جو چھوٹے رسائل کی صورت میں شائع ہوتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت پر منیر انکوائری کمیشن نے جو رپورٹ شائع کی اس کے بعض حصے اپنے تبصروں کے ساتھ شائع کیے۔ مولانا مرحوم فکری و عملی طور پر احراری تھے۔ اور عمر بھر مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے۔ آپ کے فرزند مفتی محمد سفیان، ماشاء اللہ عالم باعمل ہیں۔ وہ موروثی طور مجلس احرار اسلام سے وابستہ اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے دارالافتاء سے منسلک ہیں۔

مجلس احرار اسلام کے امیر مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ، نائب امیر سید محمد کفیل بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، سیکرٹری نشر و اشاعت میاں محمد اویس اور دیگر رہنماؤں نے مفتی محمد سفیان سے اظہارِ تعزیت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

☆ **حضرت مفتی محمد حسن کی والدہ ماجدہ رحمہا اللہ:** عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت لاہور کے امیر اور شبانِ ختم نبوت پاکستان کے سرپرست حضرت مفتی محمد حسن مدظلہٗ کی والدہ ماجدہ ۲۲؍ جولائی ۲۰۱۶ء کو رحلت فرما گئیں۔

قائد احرار مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ اور دیگر احرار رہنماؤں نے حضرت مفتی محمد حسن اور مولانا قاضی ارشد الحسینی سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مرحومین کے لیے دعاء مغفرت کی ہے اور مدرسہ معمورہ میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا ہے

☆ **حضرت قاضی محمد ارشد الحسینی مدظلہٗ کی والدہ ماجدہ رحمہا اللہ:** معروف روحانی شخصیت حضرت مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی دامت برکاتہم (مدنی مسجد اٹک) کی والدہ ماجدہ دو ماہ قبل انتقال فرما گئیں۔

☆ **مفتی احتشام الحق آسیا آبادی کی شہادت:** آسیا آباد، تربت بلوچستان کے معروف اور بہادر عالم دین، مفتی احتشام الحق آسیا آبادی اور ان کے بیٹے کو ۲۴؍ جولائی ۲۰۱۶ء کی شام نامعلوم سفاک موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم انتہائی متحرک اور جرأت مند عالم دین تھے۔ انھوں نے اپنے علاقے میں دعوت و تعلیم دین کے لیے عظیم الشان محنت کی اور اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا جواں مردی سے مقابلہ کیا۔ ذکری فتنہ کے خلاف ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ قادیانیت کے خلاف محاذ پر تمام عمر استقامت کے ساتھ کھڑے رہے۔ سیاسی طور پر جمعیت علماء اسلام

سے وابستہ تھے اور بہت متحرک تھے۔ سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اپنے اصل مشن اور مقصد تحفظ ختم نبوت کے لیے ہر وقت بیدار، بے قرار اور مضطرب رہتے۔ بلوچستان میں فتنۂ قادیانیت کے تعاقب میں وہ مولانا شمس الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سب سے نمایاں شخصیت تھے۔ مجلس احرار اسلام کے امیر مولانا سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر رہنماؤں نے مولانا کی شہادت کو دینی حلقوں کا بڑا نقصان قرار دیا ہے۔ انھوں نے قیام امن کا راگ الاپنے والے حکمرانوں سے مطالبہ کیا ہے کہ مفتی احتشام الحق شہید کے قاتلوں کو فوری گرفتار کر کے قرارِ واقعی سزا دی جائے اور انھیں عبرت کا نشان بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب شہید اور ان کے شہید فرزند، دونوں کے درجات بلند فرمائے (آمین)۔

☆ اسلام آباد میں برادرم مسعود اشفاق کے چچا زاد محمد ضیاء 17۔ جولائی اتوار کو چیچہ وطنی میں انتقال کر گئے۔

☆ چیچہ وطنی کے چک نمبر 6-11 ایل میں محمد نعمان بھنڈر 17۔ جولائی اتوار کو ایک روڈ حادثے میں انتقال کر گئے۔

☆ چیچہ وطنی کے چک نمبر 6-11 ایل میں محمد عاطف نت اور محمد ارشد نت یکم جولائی کو انتقال کر گئے۔

☆ اوکاڑہ میں مشہور خوش نویس اور ماہر طباعت شاہد جاوید 14۔ جولائی جمعرات کو انتقال کر گئے، جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے مہتمم مولانا کلیم اللہ رشیدی کے برادرِ نسبتی تھے، دینی اداروں کا کام نہایت دلچسپی سے انتہائی معیار کے ساتھ کرواتے، حاجی عبداللطیف خالد چیمہ کے ساتھ دیرینہ برادرانہ تعلقات تھے، نماز جنازہ میں شیخ مظہر علی ناظم جماعت نے ہماری نمائندگی کی، بعد ازاں سید محمد کفیل بخاری اور عبداللطیف خالد چیمہ نے جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں مرحوم کے متوسلین سے اظہار تعزیت کیا۔

☆ ساہیوال میں ہمارے مہربان قاری بشیر احمد رحیمی کے بہنوئی اور مولانا محمد ندیم (خطیب مسجد نور رحمانی سٹریٹ) کے والد گرامی جناب بشیر احمد انتقال 8/ جولائی جمعۃ المبارک۔

☆ چیچہ وطنی میں ہمارے قدیم معاون محمد خالد شریف‘ انتقال 23/ جولائی ہفتہ۔

☆ چیچہ وطنی جماعت کے سابق صدر محمد افضل خان کے پوتے اور محمد فیاض خان (چک نمبر 15-11 ایل) کے بیٹے گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔

☆ چیچہ وطنی کے چک نمبر 42-12 ایل کے مقیم حافظ محمد یوسف ہزاروی‘ انتقال 4/ رمضان المبارک 10/ جون جمعۃ المبارک۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے، قارئین تمام مرحومین کے لیے دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔

دعاءِ صحت

☆ مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المومن بخاری دامت برکاتہم گزشتہ کئی سال سے صاحب فراش ہیں۔

☆ مدیر نقیب ختم نبوت سید محمد کفیل بخاری کی پھوپھی صاحبہ اور سید محمد اویس بخاری کی والدہ شدید علیل ہیں۔

☆ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب گزشتہ کئی ماہ سے کومے کی حالت میں ہیں۔

☆ مدرسہ معمورہ کا سابق طالب علم محمد اویس سنجرانی گزشتہ چند ماہ سے شدید علیل ہے

احباب و قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطاء فرمائے۔ آمین (ادارہ)

یونیک فاسٹ

ٹریولز اینڈ ٹورز

(پرائیویٹ) لمیٹڈ

تمام ائیر لائینز کی ٹکٹیں سستے ترین ریٹ میں حاصل کریں

عمرہ

نزدیک ترین رہائش | بہترین سروس

گروپ کے ساتھ

کے بہترین پیکج

علماء کرام گروپ کے ساتھ فری عمرہ پیکج حاصل کریں

سعودی عرب | دبئی | ملائیشیاء | تھائی لینڈ | سری لنکا | چائینہ | سنگاپور | قطر | فلپائن

ماسکو | عراق | ازبکستان | مسقط

کے ویزٹ ویزے معلومات

مولانا محمد اسعد ابوبکر

چیف ایگزیکٹیو

03004002993

03454002993

بھمبر روڈ کوٹلہ گجرات

053-7575174

053-7575175

بولان کا خالص

سرکہ سیب

(ایکسٹرا کوالٹی)

- دل کے بند والوں کو کھولتا ہے۔
- کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
- ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
- موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔

گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت مند
اور خوبصورت بناتا ہے۔

- رنگت نکھارتا ہے۔

Regd # QA/F/31

BOLAN'S®

Bolan Fruit Products
P.O.Box 285 Quetta
email: bfpq_asif@yahoo.com

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمد للہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ حفظ وناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے درجہ خامسہ تک تعلیم جاری ہے
★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دومنزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053
یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

الداعی الی الخیر
ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم
مدرسہ معمورہ ملتان